دیباچہ

سنہ ۱۲۹۶ ہجري

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بلبل کي چمن میں ہمزباني چھوڑي * بزم شعرا میں شعرخواني چھوڑي
جب سے دل زندہ تونے ہم کو چھوڑا * ہم نے بھي تري رام کہاني چھوڑي

بچپن کا زمانہ جو کہ حقیقت میں دنیا کي بادشاہت کا زمانہ ہے ایک ایسے دلچسپ اور پر فضا میدان میں گذرا جو کلفت کے گرد و غبار سے بالکل پاک تہا - نہ وہاں ریت کے ٹیلے تھے نہ خار دار جہاڑیاں تھیں - نہ آندھیوں کے طوفان تھے نہ باد سموم کي لپٹ تھي - جب اس میدان سے کہیلتے کودتے آگے بڑھے تو ایک اور صحرا اس سے بھي زیادہ دلفریب نظر آیا - جس کے دیکھتے ہي ہزاروں ولولے اور لاکھوں اُمنگیں خودبخود دل میں پیدا ہوگئیں - مگر یہہ صحرا جسقدر نشاط انگیز تہا اُسیقدر وحشت خیز تہا - اس کي سرسبز جہاڑیوں میں ہولناک درندے چھپے ہوئے تھے - اور اس کے خوشنما پودوں پر سانپ اور بچھو لپٹے ہوئے تھے - جونہیں اُس کي حد میں قدم رکھا ہر گوشہ سے شیر و پلنگ اور مار و کژدم نکل آئے - باغ جواني کي بہار اگرچہ قابل دید تھي مگر دنیا کي مکروہات سے دم لینے کي فرصت نہ ملي نہ خود آرائي کا خیال آیا - نہ عشق و جواني کي ہوا لگي - نہ وصل کي لذت اُٹہائي - نہ فراق کا مزا چکھا -

پنہاں تہا دام سخت قریب آشیان کے * اُڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے

البتہ شاعری کی بدولت چند روز جھوٹا عاشق بننا پڑا - ایک خیالی معشوق کی چاہ میں برسوں دشت جنوں کی وہ خاک اُڑائی کہ قیس و فرہاد کو گرد کردیا - کبھی نالہ نیم شبی سے ربع مسکوں کو ہلا ڈالا - کبھی چشم دریا بار سے تمام عالم کو ڈبودیا - آہ و فغاں کے شور سے کروبیوں کے کان بہرے ہوگئے - شکایتوں کی بوچھار سے زمانہ چیخ اُٹھا - طعنوں کی بھرمار سے آسمان چھلنی ہوگیا - جب رشک کا تلاطم ہوا تو ساری خدائی کو رقیب سمجھا - یہاں تک کہ آپ اپنے سے بدگمان ہوگئے - جب شوق کا دریا اُمڈا تو کشش دل سے جذب مقناطیسی اور کہربائی کا کام لیا بارہا تیغ ابرو سے شہید ہوئے اور بارہا ایک ٹھوکر سے جی اُٹھے - گویا زندگی ایک پیراہن تھا کہ جب چاہا اُتار دیا - اور جب چاہا پہن لیا - میدان قیامت میں اکثر گذر ہوا - بہشت و دوزخ کی اکثر سیر کی - بادہ نوشی پر آئے تو خم کے خم لنڈھادیئے اور پھر بھی سیر نہوئے - کبھی خانہ خمار کی چوکھٹ پر جبہ سائی کی - کبھی مے فروش کے در پر گدائی کی - کفر سے مانوس رہے ایمان سے بیزار رہے پیر مغاں کے ہاتھ پر بیعت کی - برہمنوں کے چیلے بنے - بت پوجے - زنار باندھا قشقہ لگایا زاہدوں پر پھبتیاں کہیں - واعظوں کا خاکا اُڑایا - دیر اور بتخانہ کی تعظیم کی - کعبہ اور مسجد کی توہین کی - خدا سے شوخیاں کیں - نبیوں سے گستاخیاں کیں - اعجاز مسیحی کو ایک کھیل جانا - حسن یوسفی کو تماشا سمجھا - غزل کہی تو پاک شہدوں کی بولیاں بولیں - قصیدہ لکھا تو بھاٹ اور باد خوانوں کے منہ پھیردیئے ہر مشت خاک میں اکسیر اعظم کے خواص بتلائے - ہر چوب خشک میں عصائے موسوی کے کرشمے دکھائے ہر نمرود وقت کو ابراہیم خلیل سے جاملایا - ہر فرعون بے سامان کو قادر مطلق سے جا بھڑایا - جس کے مداح بنے اُسے ایسا بانس پر چڑھایا کہ خود ممدوح کو اپنی تعریف میں کچھ مزا نہ آیا - غرض نامہ اعمال ایسا سیاہ کیا کہ کہیں سفیدی باقی نہ چھوڑی *

چو پرسش گنہم روز حشر خواهد بود * تمسکات گناهان خلق پاره کنند

بیس برس کی عمر سے چالیسویں سال تک تیلی کے بیل کی طرح اُسی ایک چکر میں پھرتے رہے اور اپنے نزدیک سارا جہان طے کرچکے جب آنکھیں کھلیں تو معلوم ہوا کہ جہاں سے چلے تھے ابتک وہیں ہیں *

شکست رنگ شباب و هنوز رعنائی * درآں دیار که زادی هنوز آنجائی

نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو دائیں بائیں آگے پیچھے ایک میدان وسیع نظر آیا - جس میں بیشمار راہیں چاروں طرف کھلی ہوئی تھیں اور خیال کے لیئے کہیں عرصہ تنگ نہ تھا جی میں آیا کہ قدم آگے بڑھائیں اور اِس میدان کی سیر کریں مگر جو قدم بیس برس تک ایک چال سے دوسری چال نہ چلے ہوں اور جن کی دوڑ گز دو گز زمین میں محدود رہی ہو اُن سے اس وسیع میدان میں کام لینا آسان نہ تھا - اس کے سوا بیس برس کی بیکار اور نکمی گردش میں ہاتھ پاوں چور ہوگئے تھے اور طاقت رفتار جواب دے چکی تھی - لیکن پاوں میں چکر تھا اس لیئے نچلا بیٹھنا بھی دشوار تھا - چند روز اِسی تردد میں یہہ حال رہا کہ ایک قدم آگے پڑتا تھا دوسرا پیچھے ہٹتا تھا - ناگاہ دیکھا کہ ایک خدا کا بندہ جو اس میدان کا مرد ہے ایک دشوار گزار رستے میں رہ نورد ہے - بہت سے لوگ جو اُس کے ساتھہ چلے تھے تھک کر پیچھے رہ گئے ہیں - بہت سے ابھی اُس کے ساتھہ اُفتاں وخیزاں چلے جاتے ہیں - مگر ہونٹوں پر پپڑیاں جمی ہیں پیروں میں چھالے پڑے ہیں — دم چڑھ رہا ہے - چہرہ پر ہوائیاں اُڑ رہی ہیں - لیکن وہ اولوالعزم آدمی جو ان سب کا رہنما ہے - اُسیطرح تازہ دم ہے نہ اُسے رستے کی تکان ہے نہ ساتھیوں کے چھوٹ جانے کی پروا ہے نہ منزل کی دوری سے کچھہ ہراس ہے اُس کی چتونوں میں غضب کا جادو بھرا ہے - کہ جسکی طرف آنکھہ اُٹھاکر دیکھتا ہے وہ آنکھیں بند کرکے اُس کے ساتھہ ہولیتا ہے - اُس کی ایک نگاہ اِدھر بھی پڑی اور اپنا کام کر گئی - بیس برس کے تھکے ہارے خستہ و کوفتہ اُسی دشوار رستے پر پڑ لیئے - نہ یہہ خبر ہے کہ کہاں جاتے ہیں نہ یہہ معلوم ہے کہ کیوں جاتے ہیں - نہ طلب صادق ہے - نہ قدم راسخ ہے - نہ عزم ہے نہ استقلال ہے - نہ صدق ہے نہ اخلاص ہے - مگر ایک زبردست ہاتھہ ہے کہ کھینچے لیئے چلا جاتا ہے *

ان دل کہ رم نمودے ازخوبرو جوانان * دیرینہ سال پیرے بردش بیک نگاہے

زمانہ کا نیا ٹھاٹھہ دیکھہ کر پرانی شاعری سے دل سیر ہوگیا تھا اور جھوٹے ڈھکوسلے باندھنے سے شرم آنے لگی تھی — نہ یاروں کے اُبھارنے سے دل بڑھتا تھا نہ ساتھیوں کی ریس سے کچھہ جوش آتا تھا - مگر یہہ ایک ایسے ناسور کا منھہ بند کرنا تھا جو کسی نہ کسی راہ سے تراوش کیئے

بغیر نہیں رہ سکتا اس لیئے بخارات درونی جن کے رکنے سے دم گھٹا جاتا تھا ــــ دل و دماغ میں تلاطم کر رہے تھے اور کوئی رخنہ ڈھونڈتے تھے ـ قوم کے ایک سچے خیر خواہ نے جو اپنی قوم کے سوا تمام ملک میں اسی نام سے پکارا جاتا ہی اور جس طرح خود اپنے پر زور ہاتھہ اور قوی بازو سے بھائیوں کی خدمت کر رہا ہی اسیطرح ہر اپاہج اور نکمے کو اسی کام میں لگانا چاہتا ہی ـ آکر ملامت کی اور غیرت دلائی کہ حیوان ناطق ہونے کا دعویٰ کرنا اور خدا کی دی ہوئی زبان سے کچھہ کام نہ لینا بڑی شرم کی بات ہی *

رو چو انسان لب بجنباں دردمن * ور جمادی لاف انسانی مزن

قوم کی حالت تباہ ہی ـ عزیز ذلیل ہوگئے ہیں ـ شریف خاک میں مل گئے ہیں ـ علم کا خاتمہ ہوچکا ہی ـ دین کا صرف نام باقی ہی ـ افلاس کی گھر گھر پکار ہے پیٹ کی چاروں طرف دہائی ہی ـ اخلاق بالکل بگڑ گئے ہیں اور بگڑتے جاتے ہیں ـ تعصب کی گھنگھور گھٹا تمام قوم پر چھائی ہوئی ہی ـ رسم و رواج کی بیڑی ایک ایک کے پاوں میں پڑی ہی ـ جہالت اور تقلید سب کی گردن پر سوار ہی امرا جو قوم کو بہت کچھہ فائدہ پہونچا سکتے ہیں غافل اور بے پروا ہیں ـ علماء جن کو قوم کی اصلاح میں بہت بڑا دخل ہی ـ زمانہ کی ضرورتوں اور مصلحتوں سے ناواقف ہیں ـ ایسے میں جس سے جو کچھہ بن آئے سو بہتر ہی ورنہ ہم سب ایک ہی ناو میں سوار ہیں اور ساری ناو کی سلامتی میں ہماری سلامتی ہی ـ ہرچند لوگ بہت کچھہ لکھہ چکے ہیں اور لکھہ رہے ہیں ـ مگر نظم جو کہ بالطبع سب کو مرغوب ہی اور خاصکر عرب کا ترکہ اور مسلمانوں کا موروثی حصہ ہی قوم کے بیدار کرنے کے لیئے ابتک کسی نے نہیں لکھی ـ اگرچہ ظاہر ہی کہ اور تدبیروں سے کیا ہوا جو اس تدبیر سے ہوگا ــــ مگر ایسی تنگ حالتوں میں انسان کے دل پر ہمیشہ دو طرح کے خیال گذرتے رہتے ہیں ایک یہہ کہ ہم کچھہ نہیں کرسکتے ـ دوسرے یہہ کہ ہم کو کچھہ کرنا چاہیئے ـ پہلے خیال کا نتیجہ یہہ ہوا کہ کچھہ نہ ہوا ـ اور دوسرے خیال سے دنیا میں بڑے بڑے عجائبات ظاہر ہوئے *

در فیض است مشہیں از کشائش نا امید اینجا

برنگ دانہ از ہر قفل میروید کلید اینجا

وهوالذي ينزل الغيث من بعد ما قنطو و ينشر رحمته

هرچند اس حکم کي بجا آوري مشکل تهي - اور اس خدمت کا بوجهه اُتهانا دشوار تها - مگر ناصح کي جادو بهري تقرير جي مين گهر کرگئي — دل هي سے نکلي تهي دل هي مين جاکر تهيري — برسون کي بجهي هوئي طبيعت مين ايک ولوله پيدا هوا - اور باسي کڑهي مين ايک اُبال آيا - افسرده دل اور بوسيده دماغ جو امراض کے متواتر حملون سے کسي کام کے نه رهے تهے اُنهين سے کام لينا شروع کيا اور ايک مسدس کي بنياد ڈالي - دنيا کے مکروهات سے فرصت بهت کم ملي - اور بيماريون کے هجوم سے اطمينان کبهي نصيب نه هوا - مگر هر حال مين يهه دهن لگي رهي - بارے الحمدلله که بهت سي دقتون کے بعد ايک ٹوٹي پهوٹي نظم اس عاجز بنده کي بساط کے موافق تيار هوگئي - اور ناصح مشفق سے شرمنده هونا نه پڑا - صرف ايک اُميد کے سهارے پر يهه راه دور و دراز طے کي گئي هے - ورنه منزل کا نشان نه اب تک ملا هے نه آينده ملنے کي توقع هے *

خبرم نيست که منزل گه مقصود کجاست
اينقدر هست که بانگ جرسے مے آيد

اس مسدس کے آغاز مين پانچ سات بند تمهيد کے لکهکر اول عرب کي اُس ابتر حالت کا خاکا کهينچا هے جو ظهور اسلام سے پهلے تهي اور جس کا نام اسلام کي زبان مين جاهليت رکها گيا - پهر کوکب اسلام کا طلوع هونا اور نبي اُمي کي تعليم سے اُس ريگستان کا دفعتاً سرسبز و شاداب هوجانا اور اُس ابر رحمت کا اُمت کي کهيتي کو رحلت کے وقت هرا بهرا چهوڑ جانا اور مسلمانون کا ديني و دنيوي ترقيات مين تمام عالم پر سبقت ليجانا بيان کيا هے - اس کے بعد اُن کے تنزل کا حال لکها هے اور قوم کے ليئے اپنے بے هنر هاتهون سے ايک آئينه خانه بنايا هے جس مين آکر وه اپنے خط و خال ديکهه سکتے هين - که هم کون تهے اور کيا هوگئے - اگرچه اس جانکاه نظم مين جسکي دشواريان لکهنے والے کا دل اور دماغ هي خوب جانتا هے بيان کا حق نه مجهه سے ادا هوا هے نه هوسکتا تها - مگر شکر هے که جس قدر هوگيا اتني بهي اُميد نه تهي - همارے ملک کے اهل مذاق ظاهرا اس

روکھي پھيکي سيدھي سادي نظم کو پسند نہ کرينگے - کيونکہ اس ميں يا تاريخي واقعات ھيں يا چند آيتوں اور حديثوں کا ترجمہ ھی يا جو آجکل قوم کي حالت ھی اس کا صحيح صحيح نقشہ کھينچا گيا ھی - نہ کہيں نازک خيالي ھی - نہ رنگين بياني ھی - نہ مبالغہ کي چاٹ ھی - نہ تکلف کي چاشني - غرض کوئي بات ايسي نہيں ھی جس سے اھل وطن کے کان مانوس اور مذاق آشنا ھوں - کوئي کرشمہ ايسا نہيں ھی کہ لاعين رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر † گويا اھل دھلي و لکھنو کي دعوت ميں ايک ايسا دسترخوان چنا گيا ھی جس ميں اُبالي کھچڑي اور بے مرچ سالن کے سوا کچھہ نہيں - مگر اس نظم کي ترتيب مزے لينے اور واہ واہ سننے کے ليئے نہيں کي گئي - بلکہ عزيزوں اور دوستوں کو غيرت اور شرم دلانے کے ليئے کي گئي ھی - اگر ديکھيں اور پڑھيں اور سمجھيں تو اُن کا احسان ھی ورنہ کچھہ شکايت نہيں -

حافظ وظيفۂ تو دعا گفتن است و بس * دربند آں مباش کہ نشنيد يا شنيد

---

† نہ کسي آنکھہ نے ديکھا نہ کسي کان نے سنا نہ کسي بشر کے دل ميں گزرا -

دوسرا ديباچه

سنه ۱۳۰۳ هجري

حديث درد دلاويز داستاني هست * که ذوق بيش دهد چوں دراز تر گردد

مسدس مد و جزر اسلام اول هي اول سنه ۱۲۹۶ هجري ميں چهپ کر شايع هوا تها - اگرچه اس نظم کي اشاعت سے شايد کوئي معتدبه فائده سوسائيتي کو نهيں پهنچا مگر چهه برس ميں جسقدر قبوليت يا شهرت اس نظم کو اطراف هندوستان ميں هوئي وه في الواقع تعجب انگيز هے - نظم بالکل غير مانوس تهي اور مضمون اکثر طعن و ملامت پر مشتمل تهے قوم کي برائياں چن چن کر ظاهر کي گئي تهيں اور زبان سے تيغ و سنان کا کام ليا گيا تها - ناظم کي نسبت قوم کے اکثر ابرار و اخيار مذهبي سوءظن رکهتے تهے - تعصب عموما کلمه حق سننے سے مانع تها - با اينهمه اس تهوڑي سي مدت ميں يهه نظم ملک کے اطراف و جوانب ميں پهيل گئي - هندوستان کے مختلف اضلاع ميں اس کے آٹهه سات ايڈيشن اب سے پہلے چهپ چکے هيں - بعض قومي مدرسوں ميں اس کا انتخاب بچوں کو پڑهايا جاتا هے - مولود شريف کي مجلسوں ميں جا بجا اس کے بند پڑهے جاتے هيں - اکثر لوگ اس کو پڑه کر بے اختيار روتے اور آنسو بهاتے هيں - اس کے بهت سے بند همارے واعظوں کي زبان پر جاري هيں - کهيں کهيں قومي ناٹک ميں اس کے مضامين ايکٹ کيے جاتے هيں - بهت سے مسدس اسي کي روش پر اسي بحر ميں ترتيب ديے گئے هيں - اکثر اخباروں ميں موافق و مخالف ريويو اس پر لکهے گئے هيں - شمالي مغربي اضلاع کے سرکاري مدارس ميں عام قبوليت کي وجه سے اس کو نصاب ميں داخل کرديا گيا هے - يهه اور اسي قسم کي اور بهت سي باتيں ايسي هيں جن سے معلوم هوتا هے که قوم نے اسکي طرف کافي توجه کي هے مگر اس پر مصنف کو کچهه فخر کرنے کا محل نهيں هے - اگر قوم کے دل ميں متاثر هونے کا ماده نه هوتا تو يهه اور ايسي ايسي هزار نظميں

بیکار تھیں - پس مصنف کو اگر فخر ہی تو صرف اِس بات پر ہی کہ اُس نے زمین شور میں تخم ریزی نہیں کی اور پتھر میں جونک لگانی نہیں چاہی - اُس نے ایک ایسی جماعت کو مخاطب گردانا ہی جو بے راہ ہی پر گمراہ نہیں ہی - وہ رستے سے بھٹکے ہوئے ہیں - مگر رستے کی تلاش میں چپ و راس نگراں ہیں - اُن کے ہنر مفقود ہوگئے ہیں مگر قابلیت موجود ہی - اِن کی صورت بدل گئی ہی مگر ہیولی باقی ہی - اُن کے قوی مضمحل ہوگئے ہیں مگر زائل نہیں ہوئے - اِن کے جوہر مٹ گئے ہیں مگر جلا سے پھر نمودار ہو سکتے ہیں - اُن کے عیبوں میں خوبیاں بھی ہیں مگر چھپی ہوئی اُن کے خاکستر میں چنگاریاں بھی ہیں مگر دبی ہوئی *

یہہ نظم جس میں قوم کی گذشتہ اور موجودہ حالت کا صحیح صحیح نقشہ کھینچنا مد نظر تھا اگرچہ مشرق کی عام نظموں کی نسبت مبالغہ سے خالی تھی - لیکن فروگذاشت سے خالی نہ تھی - دوست کی نگاہ نکتہ چینی اور خردہ گیری میں وہی کام کرتی ہی جو دشمن کی نگاہ کرتی ہی - دونوں یکساں عیبوں پر خوردہ گیری اور خوبیوں سے چشم پوشی کرتے ہیں — مگر دشمن اِس غرض سے کہ عیب ظاہر ہوں اور خوبیاں مخفی رہیں - اور دوست اِس خوف سے کہ مبادا خوبیوں کا غرور عیبوں کی اصلاح سے باز رکھے - مصنف بھی جو کہ دوستی کا دم بھرتا ہی شاید محبت اور دلسوزی ہی سے قوم کی عیب جوئی پر مجبور ہوا اور ہنر گستری سے معذور رہا - مگر یہہ اسلوب جسقدر غیرت دلانے والا تھا اُسی قدر مایوس کرنے والا بھی تھا - مصنف کے دل کی آگ بھڑک بھڑک کر بجھہ گئی تھی اور اُس کی افسردگی الفاظ میں سرایت کر گئی تھی - نظم کا خاتمہ ایسے دل شکن اشعار پر ہوا جن سے تمام اُمیدیں منقطع ہوگئیں اور تمام کوششیں رایگاں نظر آنے لگیں شاید اِس خرابی کا تدارک کچھہ نہ ہوسکتا اگر قوم کی توجہ مصنف کے دل میں ایک نئی تحریک پیدا نہ کرتی اور قوم کو ایک نئے خطاب کا مستحق نہ ٹھہراتی - گو قوم نہیں بدلی مگر اُس کے تیور بدلتے جاتے ہیں - پس اگر تحسین کا وقت نہیں آیا تو نفریں ضرور کم ہونی چاہیئے بعض احباب کی تحریک نے اِن خیالات کی تائید کی اور ایک ضمیمہ مقتضاے حال

کے موافق اصل مسدس کے آخر میں لاحق کیا گیا – ضمیمہ کو طول دینا
مصنف کا مقصود نہ تھا لیکن اِس مضمون کو چھوڑ کر طول سے بچنا
ایسا هي مشکل تھا جیسے سمندر میں کود کر هاتھہ پاؤں نہ مارنا *

قدیم مسدس میں بھي جستہ جستہ تصرف کیا گیا هی – شاید بعض
تصرفات کو ناظرین اس وجہ سے کہ قدیم اسلوب مانوس هو گیا تھا پسند
نہ کریں - مگر مصنف کا فرض تھا کہ دوستوں کي ضیافت میں کوئي
ایسي چیز پیش نہ کرے جو خود اُس کے مذاق میں ناگوار معلوم هو نظم
نہ پہلے پسند کے قابل تھي اور نہ اب هی مگر الحمد للہ کہ درد اور سچ
پہلے بھي تھا اور اب بھي هی اُمید هی کہ درد پھیلیگا اور سچ چمکیگا –
ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم *

حامداً و مصلیاً

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے * اسلام کا گر کر نہ ابھرنا دیکھے
مانے نہ کبھی کہ مد ہے ہر جزر کے بعد * دریا کا ہمارے جو اترنا دیکھے

مسدس

کسی نے یہ بقراط سے جاکے پوچھا * مرض تیرے نزدیک مہلک ہیں کیا کیا
کہا دکھ جہاں میں نہیں کوئی ایسا * کہ جس کی دوا حق نے کی ہو نہ پیدا
مگر وہ مرض جس کو آسان سمجھیں
کہے جو طبیب اس کو ہذیان سمجھیں

سبب یا علامت گر انکو سجھائیں * تو تشخیص میں سو نکالیں خطائیں
دوا اور پرہیز سے جی چرائیں * یو نہیں رفتہ رفتہ مرض کو بڑھائیں
طبیبوں سے ہرگز نہ مانوس ہوں وہ
یہاں تک کہ جینے سے مایوس ہوں وہ

یہی حال دنیا میں اس قوم کا ہے * بھنور میں جہاز آکے جس کا گھرا ہے
کنارا ہے دور اور طوفان بپا ہے * گماں ہے یہ ہر دم کہ اب ڈوبتا ہے
نہیں لیتے کروٹ مگر اہل کشتی
پڑے سوتے ہیں بے خبر اہل کشتی

گھٹا سر پہ ادبار کی چھا رہی ہے * فلاکت سماں اپنا دکھلا رہی ہے
نحوست پس و پیش منڈلا رہی ہے * چپ و راست سے یہ صدا آ رہی ہے
کہ کل کون تھے آج کیا ہو گئے تم
ابھی جاگتے تھے ابھی سو گئے تم

پر اس قوم غافل کی غفلت وہی ہے * تنزل پہ اپنے قناعت وہی ہے
ملے خاک میں پر رعونت وہی ہے * ہوئی صبح اور خواب راحت وہی ہے
نہ افسوس انہیں اپنی ذلت پہ ہے کچھ
نہ رشک اور قوموں کی عزت پہ ہے کچھ

بہائم کی اور اُن کی حالت ہی یکساں * کہ جس حال میں ہیں اُسی میں ہیں شاداں
نہ ذلت سے نفرت نہ عزت کا ارماں * نہ دوزخ سے ترساں نہ جنت کے خواہاں

لیا عقل و دیں سے نہ کچھہ کام انہوں نے
کیا دینِ برحق کو بد نام انہوں نے

وہ دیں جس نے اعدا کو اخواں بنایا * وحوش اور بہائم کو انساں بنایا
درندوں کو غمخوارِ دوراں بنایا * گڈریوں کو عالم کا سلطاں بنایا

وہ خطہ جو تھا ایک ڈھوروں کا گلہ
گراں کردیا اُس کا عالم سے پلہ

عرب جس کا چرچا ہی بہہ کچھہ وہ کیا تھا * جہاں سے الگ اک جزیرہ نما تھا
زمانہ سے پیوند جس کا جدا تھا * نہ کشور ستاں تھا نہ کشور کشا تھا

تمدن کا اُس پر پڑا تھا نہ سایہ
ترقی کا تھا واں قدم تک نہ آیا

نہ آب و ہوا ایسی تھی روح پرور * کہ قابل ہی پیدا ہوں خود جس سے جوہر
نہ کچھہ ایسے ساماں تھے واں میسر * کنول جس سے کھلجائیں دل کے سراسر

نہ سبزہ تھا صحرا میں پیدا نہ پانی
فقط آبِ باراں پہ تھی زندگانی

زمیں سنگلاخ اور ہوا آتش افشاں * لوؤں کی لپٹ بادِ صر صر کے طوفاں
پہاڑ اور ٹیلے سراب اور بیاباں * کھجوروں کے جھنڈ اور خارِ مغیلاں

نہ کھیتوں میں غلہ نہ جنگل میں کھیتی
عرب اور کل کائنات اُسکی یہہ تھی

نہ واں مصر کی روشنی جلوہ گر تھی * نہ یونان کے علم و فن کی خبر تھی
وہی اپنی فطرت پہ طبعِ بشر تھی * خدا کی زمیں بن جتی سربسر تھی

پہاڑ اور صحرا میں ڈیرا تھا سب کا
تلے آسماں کے بسیرا تھا سب کا

کہیں آگ پجتی تھی واں بے محابا * کہیں تھا کواکب پرستی کا چرچا
بہت سے تھے تثلیث پر دل سے شیدا * بتوں کا عمل سو بسو جابجا تھا

کرشموں کا راہب کے تھا صید کوئی
طلسموں میں کاہن کے تھا قید کوئی

وہ دنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا * خلیل ایک معمار تھا جس بنا کا
ازل میں مشیت نے تھا جسکو تاکا * کہ اس گھر سے ابلیگا چشمہ ہدیٰ کا
وہ تیرتھ تھا اک بت پرستوں کا گویا
جہاں نام حق کا نہ تھا کوئي جویا

قبیلہ قبیلہ کا ایک بت جدا تھا * کسي کا ہبل تھا کسي کا صفا تھا
یہ عزے پہ وہ نائلہ پر فدا تھا * اِسي طرح گھر گھر نیا ایک خدا تھا
نہاں ابر ظلمت میں تھا مہر انور
اندھیرا تھا فاران کي چوٹیوں پر

چلن انکے جتنے تھے سب وحشیانہ * ہر ایک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ
فسادوں میں کٹتا تھا اُن کا زمانہ * نہ تھا کوئي قانون کا تازیانہ
وہ تھے قتل وغارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں بیباک جیسے

نہ ٹلتے تھے ہرگز جو اڑ بیٹھتے تھے * سلجھتے نہ تھے جب جھگڑ بیٹھتے تھے
جو دوشخص آپس میں لڑ بیٹھتے تھے * تو صدھا قبیلے بگڑ بیٹھتے تھے
بلند ایک ہوتا تھا گر واں شرارا
تو اُس سے بھڑک اُٹھتا تھا ملک سارا

وہ بکر اور تغلب کي باہم لڑائي * صدي جسمیں آدھي اُنہوں نے گنوائي
قبیلوں کي کردي تھي جسنے صفائي * تھي ایک آگ ہر سو عرب میں لگائي
نہ جھگڑا کوئي ملک و دولت کا تھا وہ
کرشمہ ایک اُن کي جہالت کا تھا وہ

کہیں تھا مویشي چرانے پہ جھگڑا * کہیں پہلے گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا
لب جو کہیں آنے جانے پہ جھگڑا * کہیں پاني پینے پلانے پہ جھگڑا
یوں ہي روز ہوتي تھي تکرار اُن میں
یوں ہي چلتي رہتي تھي تلوار اُن میں

جو ہوتي تھي پیدا کسي گھر میں دختر * تو خوف شماتت سے بے رحم مادر
پھرے دیکھتي جب تھي شوہر کے تیور * کہیں زندہ گاڑ آتي تھي اُس کو جاکر
وہ گود ایسي نفرت سے کرتي تھي خالي
جنے سانپ جیسے کوئي جننے والي

جوا اُن کی دن رات کی دل لگی تھی * شراب اُنکی گھٹی میں گویا پڑی تھی
تعیش تھا غفلت تھی دیوانگی تھی * غرض ہر طرح اُن کی حالت بری تھی

بہت اسطرح گذری تھیں اُنکو صدیاں
کہ چھائی ہوئی نیکیوں پر تھیں بدیاں

یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت * بڑھا جانب بوقبیس ابر رحمت
ادا خاک بطحانے کی وہ ودیعت * چلے آتے تھے جسکی دیتے شہادت

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا

ہوئے محو عالم سے آثار ظلمت * کہ طالع ہوا ماہ برج سعادت
نہ چٹکی مگر چاندنی ایک مدت * کہ تھا ابر میں ماہتاب رسالت

یہ چالیسویں سال لطف خدا سے
کیا چاند نے کھیت غار حرا سے

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا * مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنیوالا * وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماوے
یتیموں کا والی غلاموں کا مولی

خطا کار سے در گذر کرنے والا * بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا * قبائل کو شیر و شکر کرنے والا

اُتر کر حرا سے سوے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

مس خام کو جس نے کندن بنایا * کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا * پلٹ دی بس اک آن میں اُسکی کایا

رہا ڈر نہ بیڑے کو موج بلا کا
اِدھر سے اُدھر پھر گیا رخ ہوا کا

پڑی کان میں دھات تھی اک نکمی * نہ کچھ قدر تھی اور نہ قیمت تھی جسکی
طبیعت میں جو اُسکے جوہر تھے اصلی * ہوئے سب تھے مٹی میں ملکر وہ مٹی

یہ تھا ثبت علم قضا و قدر میں
کہ بن جائیگی وہ طلا اک نظر میں

وہ فخر عرب زیب محراب و منبر * تمام اہل مکہ کو ہمراہ لے کر
گیا ایک دن حسب فرمان داور * سوے دشت اور چڑھ کے کوہ صفا پر
یہہ فرمایا سب سے کہ اے آل غالب
سمجھتے ہو تم مجھہ کو صادق کہ کاذب

کہا سب نے "قول آج تک کوئی تیرا * کبھی ہم نے جھوٹا سنا اور نہ دیکھا
کہا گر سمجھتے ہو تم مجھہ کو ایسا * تو باور کرو گے اگر میں کہوں گا
کہ فوج گراں پشت کوہ صفا پر
پڑی ہی کہ لوٹے تمہیں گھات پاکر

کہا " تیری ہر بات کا یہاں یقیں ہی * کہ بچپن سے صادق ہی تو اور امیں ہی
کہا " گر مری بات یہہ دل نشیں ہی * تو سن لو خلاف اسمیں اصلا نہیں ہی
کہ سب قافلہ یہاں سے ہی جانے والا
ڈرو اُس سے جو وقت ہی آنے والا

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی * عرب کی زمیں جسنے ساری ہلادی
نئی اِک لگن دلمیں سب کے لگادی * اِک آواز میں سوتی بستی جگادی
پڑا ہر طرف غل یہہ پیغام حق سے
کہ گونج اُٹھے دشت و جبل نام حق سے

سبق پھر شریعت کا اُن کو پڑھایا * حقیقت کا گر اُن کو اک اک بتایا
زمانہ کے بگڑے ہوؤں کو بنایا * بہت دن کے سوتے ہوؤں کو جگایا
کھلے تھے نہ جو راز اب تک جہاں پر
وہ دکھلا دیئے ایک پردہ اُٹھا کر

کسی کو ازل کا نہ تھا یاد پیماں * بھلائے تھے بندوں نے مالک کے فرماں
زمانہ میں تھا دور صہبائے بطلاں * مئے حق سے محروم تھی بزم دوراں
اچھوتا تھا توحید کا جام اب تک
خم معرفت کا تھا منہ خام اب تک

نہ واقف تھے انساں قضا اور جزا سے * نہ آگاہ تھے مبدا و منتہی سے
لگائی تھی ایک اک نے لو ما سوا سے * پڑے تھے بہت دور بندے خدا سے
یہہ سنتے ہی تھرا گیا گلہ سارا
یہہ راعی نے للکار کر جب پکارا

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لایق * زباں اور دل کی شہادت کے لایق
اُسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لایق * اُسی کی ہے سرکار خدمت کے لایق

لگاو تو لو اپنی اُس سے لگاو
جھکاو تو سر اُس کے آگے جھکاو

اُسی پر ہمیشہ بھروسہ کرو تم * اُسی کے سدا عشق کا دم بھرو تم
اُسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم * اُسی کی طلب میں مرو جب مرو تم

مبرا ہے شرکت سے اُس کی خدائی
نہیں اُس کے آگے کسی کو بڑائی

خرد اور ادراک رنجور ہیں واں * مہ و مہر ادنی سے مزدور ہیں واں
جہاندار مغلوب و مقہور ہیں واں * نبی اور صدیق مجبور ہیں واں

نہ پرسش ہے رہبان و احبار کی واں
نہ پروا ہے ابرار و احرار کی واں

تم اوروں کی مانند دھوکا نہ کھانا * کسی کو خدا کا نہ بیٹا بنانا
مری حد سے رتبہ نہ میرا بڑھانا * بڑھا کر بہت تم نہ مجھ کو گھٹانا

سب انساں ہیں واں جسطرح سرفگندہ
اسیطرح ہوں میں بھی ایک اُسکا بندہ

بنانا نہ تربت کو میری صنم تم * نہ کرنا مری قبر پر سر کو خم تم
نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھسے کم تم * کہ بیچارگی میں برابر ہیں ہم تم

مجھے دی ہے حق نے بس اتنی بزرگی
کہ بندہ بھی ہوں اُس کا اور ایلچی بھی

اسیطرح دل اُنکا ایک سے توڑا * ہر ایک قبلۂ کج سے منہ اُنکا موڑا
کہیں ماسوی کا علاقہ نہ چھوڑا * خداوند سے رشتہ بندوں کا جوڑا

کبھی کے جو پھرتے تھے مالک سے بھاگے
دئے سر جھکا اُن کے مالک کے آگے

پتا اصل مقصود کا پایا گیا جب * نشاں گنج دولت کا ہاتھ آگیا جب
محبت سے دل اُن کا گرما گیا جب * سماں اُن پہ توحید کا چھا گیا جب

سکھائے معیشت کے آداب اُن کو
پڑھائے تمدن کے سب باب اُن کو

چنانچہ اُنھوں وقت کی قدر و قیمت * دلائی اُنھوں کام کی حرص و رغبت
کہا چھوڑدیں گے سب آخر رفاقت * ھو فرزند و زن اسمیں یا مال و دولت

نہ چھوڑے گا پر ساتھہ ھرگز تمہارا
بھلائی میں جو وقت تم نے گذارا

غنیمت ھی صحت علالت سے پہلے * فراغت مشاغل کی کثرت سے پہلے
جوانی - بڑھاپے کی زحمت سے پہلے * اقامت - مسافر کی رحلت سے پہلے

فقیری سے پہلے غنیمت ھی دولت
جو کرنا ھی کرلو کہ تھوڑی ھی مہلت

یہہ کہکر کیا علم پر اُن کو شیدا * کہ "ھیں دور رحمت سے سب اھل دنیا
مگر دھیان ھی جن کو ھر دم خدا کا * ھی تعلیم کا یا سدا جن میں چرچا

اُنھوں کے لیئے یہاں ھی نعمت خدا کی
اُنھوں پر ھی وھاں جاکے رحمت خدا کی

سکھائی انھوں نوع انساں پہ شفقت * کہا " ھی یہہ اسلاموں کی علامت
کہ ھمسایہ سے رکھتے ھیں وہ محبت * شب و روز پہونچاتے ھیں اُسکو راحت

وہ جو حق سے اپنے لیئے چاھتے ھیں
وھی ھر بشر کے لیئے چاھتے ھیں

خدا رحم کرتا نہیں اُس بشر پر * نہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر
کسی کے گر آفت گذر جاے سر پر * پڑے غم کا سایہ نہ اُس بے اثر پر

کرو مہربانی تم اھل زمیں پر
خدا مہرباں ھوگا عرش بریں پر

ڈرایا تعصب سے اُن کو یہہ کہکر * کہ زندہ رھا اور مرا جو اسی پر
ھوا وہ ھماری جماعت سے باھر * نہ ساتھی ھمارا نہ ھم اُس کے یاور

نہیں حق سے کچھہ اُس محبت کو بہرہ
کہ جو تمکو اندھا کرے اور بہرہ

بچایا برائی سے اُن کو یہہ کہکر * کہ طاعت سے ترک معاصی ھی بہتر
تورع کا ھی ذات میں جن کی جوھر * نہ ھونگے کبھی عابد اُن کے برابر

کرو ذکر اھل ورع کا جہاں تم
نہ لو عابدوں کا کبھی نام واں تم

غریبوں کو محنت کی رغبت دلائی * کہ بازو سے اپنے کرو تم کمائی
خبر تاکہ لو اُس سے اپنی پرائی * نہ کرنی پڑے تم کو در در گدائی
طلب سے ہے دنیا کی گر یاں یہ نیت
تو چمکوگے واں ماہ کامل کی صورت

امیروں کو تنبیہ کی اس طرح پر * کہ ہیں تم میں جو اغنیا اور تونگر
اگر اپنے طبقہ میں ہیں سب سے بہتر * بنی نوع کے ہیں مدد گار و یاور
نہ کرتے ہیں بے مشورت کام ہرگز
اُٹھاتے نہ ہیں بے دھڑک کام ہرگز

تو مردوں سے آسودہ تر ہے وہ طبقہ * زمانہ مبارک ملے جس کو ایسا
یہ جب اہل دولت ہوں اشرار دنیا * نہ ہو عیش میں جن کو اوروں کی پروا
نہیں اُس زمانہ میں کچھ خیر و برکت
اقامت سے بہتر ہے اُس وقت رحلت

دیئے پھیر دل اُن کے مکر و ریا سے * بھرا اُن کے سینہ کو صدق و صفا سے
بچایا اُنہیں کذب سے افترا سے * کیا سرخرو خلق سے اور خدا سے
رہا قول حق میں نہ کچھ باک اُن کو
بس اِک شوب میں کر دیا پاک اُن کو

کہیں حفظ صحت کے آئین سکھائے * سفر کے کہیں شوق اُن کو دلائے
مآل اُن کو سوداگری کے سجھائے * اصول اُن کو فرماندہی کے بتائے
نشان راہ و منزل کا ایک ایک دکھایا
بنی نوع کا اُن کو رہبر بنایا

ہوئی ایسی عادت پہ تعلیم غالب * کہ باطل کے شیدا ہوئے حق کے طالب
مقاصد سے بدلے گئے سب مطالب * ہوئے روح سے بہرہ ور اُن کے قالب
جسے راج رد کر چکے تھے وہ پتھر
ہوا جا کے آخر کو قایم سرے پر

جب اُمت کو سب مل چکی حق کی نعمت * ادا کر چکی فرض اپنا رسالت
رہی حق پہ باقی نہ بندوں کی حجت * نبی نے کیا خلق سے قصد رحلت
تو اسلام کی وارث اِک قوم چھوڑی
کہ دنیا میں جسکی مثالیں ہیں تھوڑی

سب اسلام کے حکم بردار بندے * سب اسلامیوں کے مددگار بندے
خدا اور نبی کے وفادار بندے * یتیموں کے رانڈوں کے غمخوار بندے

رہ کفر و باطل سے بیزار سارے
نشہ میں مئی حق کے سرشار سارے

جہالت کی رسمیں مٹا دینے والے * کہانت کی بنیاد ڈھا دینے والے
سر احکام دین پر جھکا دینے والے * خدا کے لیئے گھر لٹا دینے والے

ہر آفت میں سینہ سپر کرنے والے
فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے

اگر اختلاف اُن میں باہمدگر تھا * تو بالکل مدار اُس کا اخلاص پر تھا
جھگڑتے تھے لیکن نہ جھگڑوں میں شر تھا * خلاف آشتی سے خوش آیندہ تر تھا

یہ تھی موج پہلی اُس آزادگی کی
ہرا جس سے ہونے کو تھا باغ گیتی

نہ کھانوں میں تھی واں تکلف کی کلفت * نہ پوشش سے مقصود تھی زیب و زینت
امیر اور لشکر کی تھی ایک صورت * فقیر اور غنی سب کی تھی ایک حالت

لگایا تھا مالی نے اِک باغ ایسا
نہ تھا جس میں چھوٹا بڑا کوئی پودا

خلیفہ تھے اُمت کے ایسے نگہباں * ہو گلہ کا جیسے نگہباں چوپاں
سمجھتے تھے ذمی و مسلم کو یکساں * نہ تھا عبد و حر میں تفاوت نمایاں

کنیز اور بانو تھی آپس میں ایسی
زمانہ میں ماں جائی بہنیں ہوں جیسی

رہ حق میں تھی دوڑ اور بھاگ اُن کی * فقط حق پہ تھی جس سے تھی لاگ اُنکی
بھڑکتی نہ تھی خود بخود آگ اُن کی * شریعت کے قبضہ میں تھی باگ اُن کی

جہاں کردیا نرم نرما گئے وہ
جہاں کردیا گرم گرما گئے وہ

کفایت جہاں چاہیئے وہاں کفایت * سخاوت جہاں چاہیئے وہاں سخاوت
جچی اور تلی دشمنی اور محبت * نہ بے وجہ اُلفت نہ بے وجہ نفرت

جھکا حق سے جو جھک گئے اُس سے وہ بھی
رکا حق سے جو رک گئے اُس سے وہ بھی

ترقی کا جس دم خیال اُن کو آیا * اِک اندھیر تھا ربع مسکوں میں چھایا
ہر اک قوم پر تھا تنزل کا سایا * بلندی سے تھا جس نے سب کو گرایا
وہ قومیں جو ہیں آج گردوں کے تارے
دھندلکے میں پستی کے پنہاں تھے سارے

نہ وہ دور دورہ تھا عبرانیوں کا * نہ وہ بخت و اقبال نصرانیوں کا
پراگندہ دفتر تھا یونانیوں کا * پریشان تھا شیرازہ ساسانیوں کا
جہاز اہل روما کا تھا ڈگمگاتا
چراغ اہل ایران کا تھا ٹمٹماتا

اِدھر ہند میں ہر طرف تھا اندھیرا * کہ تھا گیان گن کا لدا یاں سے ڈیرا
اُدھر تھا عجم کو جہالت نے گھیرا * کہ دل سب نے کوشش و کاوش سے تھا پھیرا
نہ بھگوان کا دھیان تھا گیانیوں میں
نہ یزداں پرستی تھی یزدانیوں میں

ہوا ہر طرف موج زن تھی بلا کی * گلوں پر چھری چل رہی تھی جفا کی
مروت کی حد تھی نہ پرسش خطا کی * پڑی لٹ رہی تھی ودیعت خدا کی
زمیں پر تھا ابر ستم کا تریڑا
تباہی میں تھا نوع انسان کا بیڑا

وہ قومیں جو ہیں آج غمخوار انساں * درندوں کی اور اُنکی طینت تھی یکساں
جہاں عدل کے آج جاری ہیں فرماں * بہت دور پہنچا تھا واں ظلم و طغیاں
بنے آج جو گلہ باں ہیں ہمارے
وہ تھے بھیڑئے آدمی خوار سارے

ہنر کا جہاں گرم بازار ہے اب * جہاں عمل و دانش کا بیوار ہے اب
جہاں ابر رحمت گہر بار ہے اب * جہاں ہن برستا لگاتار ہے اب
تمدن کا پیدا نہ تھا واں نشاں تک
سمندر کی آئی نہ تھی موج واں تک

نہ رستہ ترقی کا اب تک کھلا تھا * نہ زینہ بلندی پہ کوئی لگا تھا
وہ صحرا انہیں قطع کرنا پڑا تھا * جہاں نقش پا تھا نہ شور درا تھا
جو ہیں کان میں حق کی آواز آئی
لگا کرنے خود اُن کا دل رہنمائی

گھٹا اک پہاڑوں سے بطحا کی اٹھی * پڑی چار سو یک بیک دھوم جس کی
کڑک اور دمک دور دور اس کی پہنچی * جو ٹیگس پہ گرجی تو گنگا پہ برسی
رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی
ہری ہو گئی ساری کھیتی خدا کی

کیا امیوں نے جہاں میں اجالا * ہوا جس سے اسلام کا بول بالا
بتوں کو عرب اور عجم سے نکالا * ہر اک ڈوبتی ناؤ کو جا سنبھالا
زمانہ میں پھیلائی توحید مطلق
لگی آنے گھر گھر سے آواز حق حق

ہوا غلغلہ نیکیوں کا بدوں میں * پڑی کھلبلی کفر کی سرحدوں میں
ہوئی آتش افسردہ آتشکدوں میں * لگی خاک سی اڑنے سب معبدوں میں
ہوا کعبہ آباد سب گھر اجڑ کر
جمے ایک جا سارے دنگل بچھڑ کر

لیئے علم و فن ان سے نصرانیوں نے * کیا کسب اخلاق روحانیوں نے
ادب ان سے سیکھا صفاہانیوں نے * کہا بڑھ کے لبیک یزدانیوں نے
ہر اک دل سے رشتہ جہالت کا توڑا
کوئی گھر نہ دنیا میں تاریک چھوڑا

ارسطو کے مردہ فنوں کو جلایا * فلاطون کو زندہ پھر کر دکھایا
ہر اک شہر و قریہ کو یونان بنایا * مزا علم و حکمت کا سب کو چکھایا
کیا برطرف پردہ چشم جہاں سے
جگایا زمانہ کو خواب گراں سے

ہر اک میکدہ سے بھرا جا کے ساغر * ہر اک گھاٹ سے آئے سیراب ہو کر
گرے مثل پروانہ ہر روشنی پر * گرہ میں لیا باندھ حکم پیمبر
کہ "حکمت کو اک گمشدہ لال سمجھو
جہاں پاؤ اپنا اسے مال سمجھو"

ہر اک علم کے فن کے جویا ہوئے وہ * ہر اک کام میں سب سے بالا ہوئے وہ
فلاحت میں بے مثل و یکتا ہوئے وہ * سیاحت میں مشہور دنیا ہوئے وہ
ہر اک ملک میں ان کی پھیلی عمارت
ہر اک قوم نے ان سے سیکھی تجارت

کیا جا کے آباد ہر ملک ویران * مہیا کیئے سب کی راحت کے ساماں
خطرناک تھے جو پہاڑ اور بیاباں * اُنہوں کردیا رشک صحن گلستاں
بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہی
یہہ سب پود اُنہوں کی لگائی ہوئی ہی

یہہ ہموار سڑکیں یہہ راہیں مصفا * دو طرفہ برابر درختوں کا سایا
نشاں جابجا میل و فرسخ کے برپا * سر رہ کوئیں اور سرائیں مہیا
اُنہوں کے ہیں سب نے یہہ چربے اُتارے
اُسی قافلہ کے نشاں ہیں یہہ سارے

سدا اُن کو مرغوب سیر و سفر تھا * ہر اک بر اعظم میں اُنکا گذر تھا
تمام اُن کا چھانا ہوا بحر و بر تھا * جو لنکا میں ڈیرا تو بربر میں گھر تھا
وہ گنتے تھے یکساں وطن اور سفر کو
گھر اپنا سمجھتے تھے ہر دشت و در کو

جہاں کو ہی یاد اُن کی رفتار ابتک * کہ نقش قدم ہیں نمودار ابتک
ملایا میں ہیں اُن کے آثار ابتک * اُنہیں رو رہا ہی ملیبار ابتک
ہمالہ کو ہیں واقعات اُن کے ازبر
نشاں اُن کے باقی ہیں جبرالٹر پر

نہیں اس طبق پر کوئی بر اعظم * نہوں جسمیں اُنکی عمارات محکم
عرب۔ ہند۔ مصر۔ اندلس۔شام۔دیلم * بناوں سے ہی اُن کی معمور عالم
سر کوہ آدم سے تا کوہ بیضا
جہاں جاوگے کھوج پاوگے اُن کا

وہ سنگیں محل اور وہ اُن کی صفائی * جمی جنکے کھنڈروں پہ ہی آج کائی
وہ مرقد کہ گنبد تھے جن کے طلائی * وہ معبد جہاں جلوہ گر تھی خدائی
زمانہ نے گو اُن کی برکت اُٹھالی
نہیں کوئی ویرانہ پر اُن سے خالی

ہوا اندلس اُن سے گلزار یکسر * جہاں اُن کے آثار باقی ہیں اکثر
جو چاہی کوئی دیکھہ لے آج جاکر * یہہ ہی بیت حمرا کی گویا زباں پر
کہ تھے آل عدناں سے میرے بانی
عرب کی ہوں میں اس زمیں پر نشانی

ہویدا ہی غرناطہ سے شوکت اُن کی * عیاں ہی بلنسیہ سے قدرت اُن کی
بطلیوس کو یاد ہی عظمت اُن کی * ٹپکتی ہی قادس میں سرحسرت اُنکی

نصیب اُن کا اشبیلیہ میں ہی سوتا
شب و روز ہی قرطبہ اُن کو روتا

کوئی قرطبہ کے کھنڈر جاکے دیکھے * مساجد کے محراب و در جاکے دیکھے
حجازی امیروں کے گھر جاکے دیکھے * خلافت کو زیر و زبر جاکے دیکھے

جلال اُن کا کھنڈروں میں ہی یوں چمکتا
کہ ہو خاک میں جیسے کندن دمکتا

وہ بلدہ کہ فخر بلاد جہاں تھا * تر و خشک پر جسکا سکہ رواں تھا
گڑا جس میں عباسیوں کا نشاں تھا * عراق عرب جس سے رشک جناں تھا

اُڑا لے گئی باد پندار جس کو
بہا لے گئی سیل تاتار جس کو

سنے گوش عبرت سے گر جاکے انساں * تو وہاں ذرہ ذرہ یہہ کرتا ہی اعلاں
کہ تھا جن دنوں مہر اسلام تاباں * ہوا یہاں کی تھی زندگی بخش دوراں

پڑی خاک ایتھنز میں جان یہیں سے
ہوا زندہ پھر نام یوناں یہیں سے

وہ لقمان و سقراط کے در مکنوں * وہ اسرار بقراط و درس فلاطوں
ارسطو کی تعلیم سولن کے قانوں * پڑے تھے کسی قبر کہنہ میں مدفوں

یہیں آکے مہر سکوت اُن کی ٹوٹی
اِسی باغ رعنا سے بو اُن کی پھوٹی

یہہ تھا علم پر وہاں توجہ کا عالم * کہ ہو جیسے مجروح جویائے مرہم
کسی طرح پیاس اُن کی ہوتی نہ تھی کم * بجھاتا تھا آگ اُن کی باراں نہ شبنم

حریم خلافت میں اونٹوں پہ لد کر
چلے آتے تھے مصر و یوناں کے دفتر

وہ تارے جو تھے شرق میں لمعہ افگن * پہ تھا اُن کی کرنوں سے تا غرب روشن
نوشتوں سے ہیں جن کے اب تک مزین * کتب خانۂ پیرس و روم و لندن

پڑا غلغلہ جن کا تھا کشوروں میں
وہ سوتے ہیں بغداد کے مقبروں میں

وہ سنجار کا اور کوفہ کا میداں * فراہم ہوئے جس میں مساح دوراں
کرہ کی مساحت کے پھیلائے ساماں * ہوئی جزو سے قدر کل کی نمایاں
زمانہ وہاں آج تک نوحہ گر ہے
کہ عباسیوں کی سبھا وہ کدھر ہے

سمرقند سے اندلس تک سراسر * انہیں کی رصد گاہیں تھیں جلوہ گستر
سواد مراغہ میں اور قاسیوں پر * زمیں سے صدا آرہی ہے برابر
کہ جن کی رصد کے یہہ باقی نشاں ہیں
وہ اسلامیوں کے منجم کہاں ہیں

مورخ ہیں جو آج تحقیق والے * تفحص کے ہیں جن کے آئین نرالے
جنہوں نے ہیں عالم کے دفتر کھنگالے * زمیں کے طبق سر بسر چھان ڈالے
عرب ہی نے دل ان کے جاکر ابھارے
عرب ہی سے وہ بھرنے سیکھے ترارے

اندھیرا تواریخ پر چھا رہا تھا * ستارہ روایت کا گہنا رہا تھا
درایت کے سورج پہ ابر آرہا تھا * شہادت کا میدان دھندلا رہا تھا
سر رہ چراغ اک عرب نے جلایا
ہر اک قافلہ کا نشاں جس سے پایا

گروہ ایک جویا تھا علم نبی کا * لگایا پتا جس نے ہر مفتری کا
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذب خفی کا * کیا قافیہ تنگ ہر مدعی کا
کیئے جرح و تعدیل کے وضع قانوں
نہ چلنے دیا کوئی باطل کا افسوں

اسی دھن میں آساں کیا ہر سفر کو * اسی شوق میں طے کیا بحر و بر کو
سنا خازن علم دیں جس بشر کو * لیا اس سے جاکر خبر اور اثر کو
پھر آپ اس کو پرکھا کسوٹی پہ رکھکر
دیا اور کو خود مزا اس کا چکھہ کر

کیا فاش راوی میں جو عیب پایا * مناقب کو چھانا مثالب کو تایا
مشایخ میں جو قبح نکلا جتایا * ائمہ میں جو داغ دیکھا بتایا
طلسم ورع ہر مقدس کا توڑا
نہ ملا کو چھوڑا نہ صوفی کو چھوڑا

رجال اور اسانید کے جو ہیں دفتر * گواہ اُن کی آزادگی کے ہیں یکسر
نہ تھا اُن کا احسان یہ اک اہلِ دیں پر * وہ تھے اس میں ہر قوم و ملت کے رہبر
لبرٹی میں جو آج فائق ہیں سب سے
بتائیں کہ لبرل بنے ہیں وہ کب سے

فصاحت کے دفتر تھے سب گاؤ خوردہ * بلاغت کے رستے تھے سب ناسپردہ
اُدھر روم کی شمع انشا تھی مردہ * ادھر آتش پارسی تھی فسردہ
یکایک جو برق آکے چمکی عرب کی
کھلی کی کھلی رہ گئی آنکھ سب کی

عرب کی جو دیکھی وہ آتش زبانی * سنی بر محل اُن کی شعلہ بیانی
وہ اشعار کی دل میں ریشہ دوانی * وہ خطبوں کی مانند دریا روانی
وہ جادو کے جملے وہ فقرے فسوں کے
تو سمجھے کہ گویا ہم ابتک تھے گونگے

سلیقہ کسی کو نہ تھا مدح و ذم کا * نہ ڈھب یاد تھا شرح شادی و غم کا
نہ انداز تلقین وعظ و حکم کا * خزانہ تھا مدفون زبان اور قلم کا
نواسنجیاں اُن سے سیکھیں یہ سب نے
زباں کھولدی سب کی نطق عرب نے

زمانہ میں پھیلی طب اُن کی بدولت * ہوئے بہرہ ور جس سے ہر قوم وملت
نہ صرف ایک مشرق میں تھی اُنکی شہرت * مسلم تھی مغرب تک اُنکی حذاقت
سلرنو میں جو ایک نامی مطب تھا
وہ مغرب میں عطار مشک عرب تھا

ابو بکر رازی علی ابن موسیٰ * حکیم گرامی حسین ابن سینا
جہاں ابن اسحاق قسوس دانا * ضیا ابن بیطار راس الاطبا
انہیں کے ہیں مشرق میں سب نام لیوا
انہیں سے ہی مغرب کا سب پار کھیوا

غرض فن ہیں جو مایۂ دین و دولت * طبیعی الٰہی ریاضی و حکمت
طب اور کیمیا ہندسہ اور ہیئت * سیاحت تجارت عمارت فلاحت
لگاؤ گے کھوج اُن کا جاکر جہاں تم
نشاں اُن کے قدموں کے پاؤگے واں تم

ہوا گو کہ پامال بستان عرب کا * مگر اک جہاں ہی غزلخواں عرب کا
ہرا کر گیا سب کو باراں عرب کا * یہود و ہنود پر ہی احسان عرب کا

وہ قومیں جو ہیں آج سرتاج سب کی
کنوڈی رہیں گی ہمیشہ عرب کی

رہے جب تک ارکان اسلام برپا * چلن اہل دیں کا رہا سیدھا سادا
رہا میل سے شہدصافی مصفا * رہی کھوٹ سے سیم خالص مبرا

نہ تھا کوئی اسلام کا مرد میداں
علم ایک تھا شش جہت میں درفشاں

پہ گدلا ہوا جب کہ چشمہ صفا کا * گیا چھوٹ سررشتہ دین ہدی کا
رہا سر پہ باقی نہ سایہ ہما کا * تو پورا ہوا عہد تھا جو خدا کا

کہ ہم نے بگاڑا نہیں کوئی اب تک
وہ بگڑا نہیں آپ دنیا میں جب تک

برے اُنپہ وقت آکے پڑنے لگے اب * وہ دنیا میں بسکر اُجڑنے لگے اب
بھرے اُن کے میلے بچھڑنے لگے اب * بنے تھے وہ جیسے بگڑنے لگے اب

ہری کھیتیاں جل گئیں لہلہا کر
گھٹا کھل گئی سارے عالم پہ چھاکر

نہ ثروت رہی اُن کی قایم نہ عزت * گئے چھوڑ ساتھ اُن کا اقبال دولت
ہوئے علم وفن اُنسے ایک ایک رخصت * مٹیں خوبیاں ساری نوبت بہ نوبت

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

ملے کوئی ٹیلا اگر ایسا اونچا * کہ آتی ہو واں سے نظر ساری دنیا
چڑھے اُس پہ پھر اک خردمند دانا * کہ قدرت کے دنگل کا دیکھے تماشا

تو قوموں میں فرق اسقدر پائیگا وہ
کہ عالم کو زیر و زبر پائیگا وہ

وہ دیکھے گا ہرسو ہزاروں چمن واں * بہت تازہ تر صورت باغ رضواں
بہت اُنسے کمتر پہ سرسبز و خنداں * بہت خشک اور بے طراوت مگر واں

نہیں لائے گو برگ و بار اُن کے پودے
نظر آتے ہیں ہونہار اُن کے پودے

پھر اک باغ دیکھے گا اجڑا سراسر * جہاں خاک اڑتی ہے ہر سو برابر
نہیں تازگی کا کہیں نام جس پر * ہری ٹہنیاں جھڑ گئیں جسکی جلکر

نہیں پھول پھل جس میں آنیکے قابل
ہوئے روکھ جس کے جلانے کے قابل

جہاں زہر کا کام کرتا ہے باراں * جہاں آکے دیتا ہے رو ابر نیساں
تردد سے جو اور ہوتا ہے ویراں * نہیں راس جس کو خزاں اور بہاراں

یہہ آواز پیہم وہاں آ رہی ہے
کہ اسلام کا باغ ویراں یہی ہے

وہ دین حجازی کا بیباک بیڑا * نشاں جسکا اقصائے عالم میں پہنچا
مزاحم ہوا کوئی خطرہ نہ جس کا * نہ عماں میں ٹھٹکا نہ قلزم میں جھجکا

کئے پے سپر جس نے ساتوں سمندر
وہ ڈوبا دہانے میں گنگا کے آکر

اگر کان دھرکر سنیں اہل عبرت * تو سیلون سے تابہ کشمیر و تبت
زمیں روکھ بن پھول پھل ریت پربت * یہ فریاد سب کر رہے ہیں بہ حسرت

کہ کل فخر تھا جن سے اہل جہاں کو
لگا ان سے عیب آج ہندوستاں کو

حکومت نے تم سے کیا گو کنارا * نہ اس میں نہ تھا کچھہ تمہارا اجارا
زمانہ کی گردش سے ہے کسکو چارا * کبھی یہاں سکندر کبھی یہاں ہے دارا

نہیں بادشاہی کچھہ آخر خدائی
جو ہے آج اپنی تو کل ہے پرائی

ہوئی مقتضی جب کہ حکمت خدا کی * کہ تعلیم جاری ہو خودداری کی
پڑی دھوم عالم میں دین ہدی کی * تو عالم کی تمکو حکومت عطا کی

کہ پھیلاؤ دنیا میں حکم شریعت
کرو ختم بندوں پہ مالک کی حجت

ادا کرچکی جب حق اپنا حکومت * رہی اب نہ اسلام کو اس کی حاجت
مگر حیف اے فخر آدم کی امت * ہوئی آدمیت بھی ساتھہ اسکے رخصت

حکومت تھی گویا کہ اک جھول تم پر
کہ اترتے ہی اس کے نکل آئے جوہر

زمانہ میں ہیں ایسی قومیں بہت سی * نہیں جنمیں تخصیص فرماندہی کی
پر آفت کہیں ایسی آئی نہ ہوگی * کہ گھر گھر پہ یہاں چھاگئی آکے پستی
چکور اور شہباز سب اوج پر ہیں
مگر ایک ہم ہیں کہ بے بال و پر ہیں

وہ ملت کہ گردوں پہ جس کا قدم تھا * ہر ایک کھونٹ میں جسکا برپا علم تھا
وہ فرقہ جو آفاق میں محترم تھا * وہ اُمت لقب جس کا خیرالامم تھا
نشاں اُس کا باقی ہے صرف اِسقدر یاں
کہ گنتے ہیں اپنے کو ہم بھی مسلماں

وگرنہ ہماری رگوں میں لہو میں * ہمارے ارادوں میں اور جستجو میں
دلوں میں زبانوں میں اور گفتگو میں * طبیعت میں فطرت میں عادت میں خو میں
نہیں کوئی ذرہ نجابت کا باقی
اگر ہو کسی میں تو ہے اتفاقی

ہماری ہر اک بات میں سفلہ پن ہے * کمینوں سے بدتر ہمارا چلن ہے
لگا نام آبا کو ہم سے گہن ہے * ہمارا قدم ننگ اہل وطن ہے
بزرگوں کی توقیر کھوئی ہے ہم نے
عرب کی شرافت ڈبوئی ہے ہم نے

نہ قوموں میں عزت نہ جلسوں میں وقعت * نہ اپنوں سے اُلفت نہ غیروں سے ملت
مزاجوں میں سستی دماغوں میں نخوت * خیالوں میں پستی کمالوں سے نفرت
عداوت نہاں دوستی آشکارا
غرض کی تواضع غرض کی مدارا

نہ اہل حکومت کے ہمراز ہیں ہم * نہ درباریوں میں سرافراز ہیں ہم
نہ علموں میں شایان اعزاز ہیں ہم * نہ صنعت میں حرفت میں ممتاز ہیں ہم
نہ رکھتے ہیں کچھ منزلت نوکری میں
نہ حصہ ہمارا ہے سوداگری میں

تنزل نے کی ہے بری گت ہماری * بہت دور پہنچی ہے نکبت ہماری
گئی گذری دنیا سے عزت ہماری * نہیں کچھ اُبھرنے کی صورت ہماری
پڑے ہیں اک اُمید کے ہم سہارے
توقع پہ جنت کے جیتے ہیں سارے

سیاحت کے گوں ہیں نہ مرد سفر ہیں * خدا کی خدائی سے ہم بے خبر ہیں
یہہ دیواریں گھر کی جو پیش نظر ہیں * یہی اپنے نزدیک حد بشر ہیں
ہیں تالاب میں مچھلیاں کچھہ فراہم
وہی اُن کی دنیا وہی اُن کا عالم

بہشت اور ارم سلسبیل اور کوثر * پہاڑ اور جنگل جزیرے سمندر
اسی طرح کے اور بھی نام اکثر * کتابوں میں پڑھتے رہے ہیں برابر
پہ جبتک نہ دیکھیں کہیں کس یقیں پر
کہ یہہ آسماں پر ہیں یا ہیں زمیں پر

وہ بے مول پونجی کہ ہی اصل دولت * وہ شایستہ ملکوں کا گنج سعادت
وہ آسودہ قوموں کا راس البضاعت * وہ دولت کہ ہی وقت جس سے عبارت
نہیں اُس کی وقعت نظر میں ہماری
یونہیں مفت جاتی ہی برباد ساری

اگر ہم سے مانگے کوئی ایک پیسا * تو ہوگا کم و بیش بار اُس کا دینا
مگر ہاں وہ سرمایہ دین و دنیا * کہ ایک ایک لمحہ ہی انمول جسکا
نہیں کرتے خست اُڑانے میں اُس کے
بہت ہم سخی ہیں لٹانے میں اُس کے

اگر سانس دن رات کے سب گنیں ہم * تو نکلیں گے انفاس ایسے بہت کم
کہ ہو جن میں کل کے لیئے کچھہ فراہم * یونہیں گزرے جاتے ہیں دن رات پیہم
نہیں کوئی گویا خبردار ہم میں
کہ یہہ سانس آخر ہیں اب کوئی دم میں

گڈریئے کا وہ حکم بردار کتا * کہ بھیڑوں کی ہردم ہی رکھوالی کرتا
جو ریوڑ میں ہوتا ہی پتے کا کھڑکا * تو وہ شیر کی طرح پھرتا ہی بپھرا
گر انصاف کیجیئے تو ہی ہم سے بہتر
کہ غافل نہیں فرض سے اپنے دم بھر

وہ قومیں جو سب راہیں طے کر چکی ہیں * ذخیرے ہر ایک جنس کے بھر چکی ہیں
ہر ایک بوجھہ بار اپنے سر دھر چکی ہیں * ہوئیں تب ہیں زندہ کہ جب مر چکی ہیں
اُسی طرح راہ طلب میں ہیں پویا
بہت دور ابھی اُنکو جانا ہی گویا

کسی وقت جی بھر کے سوتے نہیں وہ * کبھی سیر محنت سے ہوتے نہیں وہ
بضاعت کو اپنی ڈبوتے نہیں وہ * کوئی لمحہ بیکار کھوتے نہیں وہ
نہ چلنے سے تھکتے نہ اُکتاتے ہیں وہ
بہت بڑھ گئے اور بڑھے جاتے ہیں وہ

مگر ہم کہ اب تک جہاں تھے وہیں ہیں * جمادات کی طرح بار زمیں ہیں
جہاں میں ہیں ایسے کہ گویا نہیں ہیں * زمانہ سے کچھ ایسے فارغ نشیں ہیں
کہ گویا ضروری تھا جو کام کرنا
وہ سب کرچکے ایک باقی ہے مرنا

یہاں اور ہیں جتنی قومیں گرامی * خود اقبال ہے آج اُن کا سلامی
تجارت میں ممتاز دولت میں نامی * زمانہ کی ساتھی ترقی کی حامی
نہ فارغ ہیں اولاد کی تربیت سے
نہ بے فکر ہیں قوم کی تقویت سے

دکاں اُنکی ہے اور بازار اُن کا * بنج اُن کا ہے اور بیوپار اُن کا
زمانہ میں پھیلا ہے بیوپار اُن کا * ہے پیرو جواں برسر کار اُن کا
مدار اہلکاری کا ہے اب اُنہیں پر
اُنہیں کے ہیں اوفس اُنہیں کے ہیں دفتر

معزز ہیں ہر ایک دربار میں وہ * گرامی ہیں ہر ایک سرکار میں وہ
نہ رسوا ہیں عادات و اطوار میں وہ * نہ بدنام گفتار و کردار میں وہ
نہ پیشہ سے حرفہ سے انکار اُن کو
نہ محنت مشقت سے کچھ عار اُن کو

جو گرتے ہیں گر کر سنبھل جاتے ہیں وہ * پڑے زد تو بچ کر نکل جاتے ہیں وہ
ہر اک سانچے میں جا کے ڈھل جاتے ہیں وہ * جہاں رنگ بدلا بدل جاتے ہیں وہ
ہر اک وقت کا مقتضا جانتے ہیں
زمانہ کے تیور وہ پہچانتے ہیں

مگر ہے ہماری نظر اتنی اونچی * کہ یکساں ہے واں سب بلندی و پستی
نہیں اب تک اصلا خبر ہم کو یہ بھی * کہ ہے کون مردار کتنا ترقی
جدھر کھول کر آنکھ ہم دیکھتے ہیں
زمانہ کو اپنے سے کم دیکھتے ہیں

زمانہ کا دن رات ہے یہ اشارہ * کہ ہے آشتی میں مرے یہاں گزارا
نہیں پیروی جن کو میری گوارا * مجھے اُن سے کرنا پڑے گا کنارہ

سدا ایک ہی رخ نہیں ناؤ چلتی
چلو تم اُدھر کو ہوا ہو جدھر کی

چمن میں ہوا آچکی ہے خزاں کی * پھری ہے نظر دیر سے باغباں کی
صدا اور ہے بلبل نغمہ خواں کی * کوئی دم میں رحلت ہے اب گلستاں کی

تباہی کے خواب آرہے ہیں نظر سب
مصیبت کی ہے آنیوالی سحر اب

فلاکت جسے کہئے ام الجرائم * نہیں رہتے ایمان پہ دل جس سے قائم
بناتی ہے انسان کو جو بہائم * مصلی ہیں دل جمع جس سے نہ صائم

وہ یوں اہل اسلام پر چھا رہی ہے
کہ مسلم کی گویا نشانی یہی ہے

کہیں مکر کے گر سکھاتی ہے ہم کو * کہیں جھوٹ کی لو لگاتی ہے ہمکو
خیانت کی چالیں سجھاتی ہے ہمکو * خوشامد کی گھاتیں بتاتی ہے ہمکو

فسوں جب یہ باقی نہیں کارگر وہ
تو کرتی ہے آخر کو دریوزہ گر وہ

یہاں جتنی قومیں ہماری سوا ہیں * ہزاروں میں خوش ہیں تو دو بینوا ہیں
یہاں لاکھ میں دو اگر اغنیا ہیں * تو سو ان میں بسمل ہیں باقی گدا ہیں

ذرا کام غیرت کو فرمائیں گر ہم
تو سمجھیں کہ ہیں مبتذل کسقدر ہم

بگاڑے ہیں گردش نے جو خاندانی * نہیں جانتے جسکہ روٹی کمانی
دلوں میں ہے یہ یکقلم سب نے ٹھانی * کہ کیجئے بسر مانگ کر زندگانی

جہاں قدر دانوں کا ہیں کھوج پاتے
پہنچتے ہیں واں مانگتے اور کھاتے

کہیں باپ دادا کا ہیں نام لیتے * کہیں روشنائی سے ہیں کام لیتے
کہیں جھوٹے وعدوں پہ ہیں وام لیتے * یونہیں ہیں وہ دیدے کے دم دام لیتے

بزرگوں کے نازاں ہیں جس نام پر وہ
اُسے بیچتے پھرتے ہیں در بدر وہ

یہ ہیں ڈھنگ اُن تازہ آفت زدوں کے * بہت کم زمانہ ہوا جن کو بگڑے
ابھی ایک عالم ہے آگاہ جن سے * کہ ہیں کسکے بیٹے وہ اور کسکے پوتے

جنہیں دیس پردیس سب جانتے ہیں
حسب اور نسب جن کا پہچانتے ہیں

مگر مٹ چکا جن کا نام و نشاں ہے * پرانی ہوئی جنکی اب داستاں ہے
فسانوں میں قصوں میں جنکا بیاں ہے * بہت نسل پر ننگ اُن کے جہاں ہے

نہیں اُن کی قدر اور پرسش کہیں اب
اُنہیں بھیک تک کوئی دیتا نہیں اب

بہت آگ چلموں کی سلگانے والے * بہت گھانس کی گٹھریاں لانے والے
بہت دربدر مانگ کر کھانے والے * بہت فاقے کر کر کے مر جانے والے

جو پوچھو کہ کس کان کے ہیں وہ جوہر
تو نکلینگے نسل ملوک اُن میں اکثر

انہیں کے بزرگ ایکدن حکمراں تھے * انہیں کے پرستار پیرو جواں تھے
یہی مامن عاجز و ناتواں تھے * یہی مرجع دیلم و اصفہاں تھے

یہی کرتے تھے ملک کی گلہ بانی
انہیں کے گھروں میں تھی صاحب قرانی

یہ اے قوم اسلام عبرت کی جا ہے * کہ شاہوں کی اولاد در در گدا ہے
جسے سنئے افلاس میں مبتلا ہے * جسے دیکھئے مفلس و بینوا ہے

نہیں کوئی اُن میں کمانے کے قابل
اگر ہیں تو ہیں مانگ کھانے کے قابل

نہیں مانگنے کا طریق ایک ہی یہاں * گدائی کی ہیں صورتیں نت نئی یہاں
نہیں حصر کنگلوں پہ گدیہ گری یہاں * کوئی دے تو منگتونکی ہے کیا کمی یہاں

بہت ہاتھ پھیلائے زیر ردا ہیں
چھپے اجلے کپڑوں میں اکثر گدا ہیں

بہت آپ کو کہہ کے مسجد کے بانی * بہت بنکے خود مہدی خاندانی
بہت سیکھ کر نوحہ و سوز خوانی * بہت مدح میں کرکے رنگیں بیانی

بہت آستانوں کے خدام بنکر
پڑے مانگتے کھاتے پھرتے ہیں در در

مشقت کو محنت کو جو عار سمجھیں * ہنر اور پیشہ کو جو خوار سمجھیں
تجارت کو کھیتی کو دشوار سمجھیں * فرنگی کے پیسہ کو مردار سمجھیں
تن آسانیاں چاہیں اور آبرو بھی
وہ قوم آج ڈوبے گی گر کل نہ ڈوبی

کریں نوکری بھی تو بے عزتی کی * جو روٹی کمائیں تو بے حرمتی کی
کہیں پائیں خدمت تو بے عزتی کی * قسم کھائیے ان کی خوش قسمتی کی
امیروں کے بنتے ہیں جب یہہ مصاحب
تو جاتے ہیں ہوکر حمیت سے تائب

کہیں اُن کی صحبت میں گانا بجانا * کہیں مسخرہ بن کے ہنسنا ہنسانا
کہیں پھبتیاں کہہ کے انعام پانا * کہیں چھیڑ کر گالیاں سب سے کھانا
یہہ کام اور بھی کرتے ہیں پر نہ ایسے
مسلمان بھائی سے بن آئیں جیسے

امیروں کا عالم نہ پوچھو کہ کیا ہی * خمیر اُن کا اور اُنکی طینت جدا ہی
سزاوار ہی اُن کو جو ناسزا ہی * روا ہی اُنھیں سب کو جو ناروا ہی
شریعت ہوئی ہی نکو نام اُن سے
بہت فخر کرتا ہی اسلام اُن سے

ہر اِک بول پر اُنکے مجلس فدا ہی * ہر اک بات پر واں درست اور بجا ہی
نہ گفتار میں اُن کے کوئی خطا ہی * نہ کردار اُن کا کوئی ناسزا ہی
وہ جو کچھہ کہ ہیں کہہ سکے کون اُن کو
بنایا ندیموں نے فرعون اُن کو

وہ دولت کہ ہی مایۂ دین و دنیا * وہ دولت کہ ہی توشۂ راہ عقبیٰ
سلیماں نے کی جس کی حق سے تمنا * بڑھا جس سے آفاق میں نام کسریٰ
کیا جس نے حاتم کو مشہور دوراں
کیا جس نے یوسف کو مسجود اخواں

وبال ہی یہہ فخر اُس کو ان کی بدولت * کہ سمجھی گئی ہی وہ اصل شقاوت
کہیں ہی وہ سرمایۂ جہل و غفلت * کہیں نشۂ بادۂ کبر و نخوت
جہاں کے لیئے جو کہ آب بقا ہی
وہ اس قوم کے حق میں سم ہوا ہی

اِدھر مال و دولت نے یہاں منہ دکھایا * اُدھر ساتھ ساتھ اُس کے ادبار آیا
پڑا آئے جس گھر پہ ثروت کا سایا * عمل وھاں سے برکت نے اپنا اُٹھایا

نہیں راس یہاں چار پیسے کسی کو
مبارک نہیں جیسے بُو چیونٹی کو

سمجھتے ھیں سب عیب جن عادتوں کو * بہائم سے نسبت ھی جن سھرتوں کو
چھپاتے ھیں اوباش جن خصلتوں کو * نہیں کرتے اجلاف جن حرکتوں کو

وہ یہاں اھل دولت کو ھیں شِیر مادر
نہ خوف خدا ھی نہ شرم پیمبر

طبیعت اگر لہو و بازی پہ آئی * تو دولت بہت سی اسی میں لٹائی
جو کی حضرت عشق نے رھنمائی * تو کردی بھرے گھر کی دم میں صفائی

پھر آخر لگے مانگنے اور کھانے
یونہیں مٹ گئے یہاں ھزاروں گھرانے

نہ آغاز پر اپنے غور اُن کو اصلا * نہ انجام کا اپنے کچھ اُن کو کھٹکا
نہ فکر اُن کو اولاد کی تربیت کا * نہ کچھ ذلت قوم کی اُن کو پروا

نہ حق کوئی دنیا پہ اُن کا نہ دیں پر
خدا کو وہ کیا منہ دکھائینگے جاکر

کسی قوم کا جب اُلٹتا ھی دفتر * تو ھوتے ھیں مسخ اُن میں پہلے تونگر
کمال اُن میں رھتے ھیں باقی نہ جوھر * نہ عقل اُن کی ھادی نہ دیں اُن کا رھبر

نہ دنیا میں ذلت نہ عزت کی پروا
نہ عقبی میں دوزخ نہ جنت کی پروا

نہ مظلوم کی آہ و زاری سے ڈرنا * نہ مفلوک کے حال پر رحم کرنا
ھواؤ ھوس میں خودی سے گذرنا * تعیش میں جینا نمایش پہ مرنا

سدا خواب غفلت میں بیہوش رھنا
دم نزع تک خود فراموش رھنا

پریشاں اگر قحط سے اک جہاں ھی * تو بیفکر ھیں کیونکہ گھر میں سماں ھی
اگر باغ اُمت میں فصل خزاں ھی * تو خوش ھیں کہ اپنا چمن گلفشاں ھی

بنی نوع انساں کا حق اُن پہ کیا ھی
وہ اک نوع نوع بشر سے جدا ھی

کہاں بندگان ذلیل اور کہاں وہ * بسر کرتے ہیں بے غم قوت و ناں وہ
پہنتے نہیں جز سمور و کتاں وہ * مکاں رکھتے ہیں رشک خلد و جناں وہ

نہیں چلتے وہ بے سواری قدم بھر
نہیں رہتے بے نغمہ و ساز دم بھر

کمر بستہ ہیں لوگ خدمت میں اُنکی * گل و لالہ رہتے ہیں صحبت میں اُنکی
نفاست بھری ہی طبیعت میں اُنکی * نزاکت سو داخل ہی عادت میں اُنکی

دواؤں میں مشک اُن کی اُٹھتا ہی تھوروں
وہ پوشاک میں عطر ملتے ہیں سیروں

یہہ ہوسکتے ہیں اُن کے ہمجنس کیونکر * نہیں چین جن کو زمانہ سے دم بھر
سواری کو گھوڑا نہ خدمت کو نوکر * نہ رہنے کو گھر اور نہ سونے کو بستر

پہننے کو کپڑا نہ کھانے کو روٹی
جو تدبیر اُلٹی تو تقدیر کھوٹی

یہہ پہلا سبق تھا کتاب ھدیٰ کا * کہ ہی ساری مخلوق کنبہ خدا کا
وہی دوست ہی خالق دوسرا کا * خلایق سے ہی جس کو رشتہ ولا کا

یہی ہی عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آے دنیا میں انساں کے انساں

عمل جن کا تھا اس کلام متیں پر * وہ سر سبز ہیں آج روئے زمیں پر
تفوق ہی اُن کو کہین و مہیں پر * مدار آدمیت کا ہی اب اُنہیں پر

شریعت کے جو ہم نے پیماں توڑے
وہ لیجاکے سب اہل مغرب نے جوڑے

سمجھتے ہیں گمراہ جن کو مسلماں * نہیں جن کو عقبیٰ میں اُمید غفراں
نہ حصہ میں فردوس جنکے نہ رضواں * نہ تقدیر میں حور جن کے نہ غلماں

پس از مرگ دوزخ ٹھکانا ہی جن کا
حمیم آب و زقوم کھانا ہی جن کا

وہ ملک اور ملت پہ اپنی فدا ہیں * سب آپس میں ایک ایک کے حاجت روا ہیں
اولوالعزم ہیں اُن میں یا اغنیا ہیں * طلبگار بہبود خلق خدا ہیں

یہہ تمغا تھا گویا کہ حصہ اُنہیں کا
کہ حب الوطن ہی نشاں مومنیں کا

امیروں کی دولت غریبوں کی ہمت * ادیبوں کی انشا حکیموں کی حکمت
فصیحوں کے خطبے شجاعوں کی جرأت * سپاہی کے ہتھیار شاہوں کی طاقت
دلوں کی اُمیدیں اُمنگوں کی خوشیاں
سب اہل وطن اور وطن پر ہیں قرباں

عروج اُن کا جو تم عیاں دیکھتے ہو * جہاں میں اُنہیں کامراں دیکھتے ہو
مطیع اُن کا سارا جہاں دیکھتے ہو * اُنہیں برتر از آسماں دیکھتے ہو
یہہ ثمرے ہیں اُنکی جوانمردیوں کے
نتیجے ہیں آپس کی ہم دردیوں کے

غنی ہم میں ہیں جو کہ ارباب ہمت * مسلم ہی عالم میں جنکی سخاوت
اگر ہی مشایخ سے اُن کو عقیدت * تو ہی پیر زادوں پہ وقف اُنکی دولت
نکمے ہیں دن رات وہاں عیش کرتے
یہہ نوکر ہیں چتنے وہ بھوکے ہیں مرتے

عمل واعظوں کے اگر قول پر ہی * تو بخشش کی اُمید بے صرف زر ہی
نماز اور روزہ کی عادت اگر ہی * تو روز حساب اُنکو پھر کس کا ڈر ہی
اگر شہر میں کوئی مسجد بنادی
تو فردوس میں نیو اپنی جمادی

عمارت کی بنیاد ایسی اُٹھائی * نہ نکلے کہیں ملک میں جسکا ثانی
تماشوں میں ثروت بڑوں کی اُڑائی * نمایش میں دولت خدا کی لٹائی
چھٹی بیاہ میں کرنے لاکھوں کے ساماں
یہہ ہیں اُنکے ارماں یہہ ہیں اُنکی خوشیاں

مگر دین برحق کا بوسیدہ ایواں * تزلزل میں مدت سے ہیں جسکے ارکاں
زمانہ میں ہی جو کوئی دن کا مہماں * نہ پائیں گے ڈھونڈا جسے پھر مسلماں
عزیزوں نے اُس سے توجہ اُٹھالی
عمارت کا ہی اُس کی اللہ والی

پڑی ہیں سب اُجڑی ہوئی خانقاہیں * وہ درویش و سلطاں کی اُمیدگاہیں
کھلی تھیں جہاں علم باطن کی راہیں * فرشتوں کی پڑتی تھیں جنپر نگاہیں
کہاں ہیں وہ جذب الہی کے پھندے
کہاں ہیں وہ اللہ کے پاک بندے

وہ علم شریعت کے ماہر کدھر ہیں * وہ اخبار دین کے مبصر کدھر ہیں
اصولی کدھر ہیں مناظر کدھر ہیں * محدث کہاں ہیں مفسر کدھر ہیں

وہ مجلس جو کل سربسر تھی چراغاں
چراغ اب کہیں ٹمٹماتا نہیں واں

مدارس وہ تعلیم دین کے کہاں ہیں * مراحل وہ علم و یقین کے کہاں ہیں
وہ ارکان شرع متین کے کہاں ہیں * وہ وارث رسول امین کے کہاں ہیں

رہا کوئی امت کا ملجا نہ ماوی
نہ قاضی نہ مفتی نہ صوفی نہ ملا

کہاں ہیں وہ دینی کتابوں کے دفتر * کہاں ہیں وہ علم الہی کے مظہر
چلی ایسی اس بزم میں باد صرصر * بجھیں مشعلیں نور حق کی سراسر

رہا کوئی ساماں نہ مجلس میں باقی
صراحی نہ طنبور مطرب نہ ساقی

بہت لوگ بن کر ہوا خواہ امت * سفیہوں سے منوا کے اپنی فضیلت
سدا گاؤں درگاؤں نوبت بہ نوبت * پڑے پھرتے ہیں کرتے تحصیل دولت

یہ ٹھہرے ہیں اسلام کے رہنما اب
لقب ان کا ہے وارث انبیا اب

بہت لوگ پیروں کی اولاد بن کر * نہیں ذات والا میں کچھ جنکے جوہر
بڑا فخر ہے جنکو لے دیکے اس پر * کہ تھے ان کے اسلاف مقبول داور

کرشمے ہیں جا جا کے جھوٹے دکھاتے
مریدوں کو ہیں لوٹتے اور کھاتے

یہ ہیں جادہ پیمائے راہ طریقت * مقام ان کا ہے ماورائے شریعت
انہیں پر ہے ختم آج کشف و کرامت * انہیں کے ہے قبضہ میں بندوں کی قسمت

یہی ہیں مراد اور یہی ہیں مرید اب
یہی ہیں جنید اور یہی بایزید اب

بڑھے جس سے نفرت وہ تقریر کرنی * جگر جس سے شق ہو وہ تحریر کرنی
گنہگار بندوں کی تحقیر کرنی * مسلمان بھائی کی تکفیر کرنی

یہ ہے عالموں کا ہمارے طریقہ
یہ ہے هادیوں کا ہمارے سلیقہ

کوئی مسئلہ پوچھنے اُن سے جائے * تو گردن پہ بار گراں لے کے آئے
اگر بد نصیبی سے شک اُسمیں لائے * تو قطعی خطاب اهل دوزخ کا پائے
اگر اعتراض اُس کے نکلا زباں سے
تو آنا سلامت هے دشوار وهاں سے

کبھی وہ گلے کی رگیں هیں پھلاتے * کبھی جھاگ پر جھاگ هیں منھ پہ لاتے
کبھی خرک اور سگ هیں اُسکو بتاتے * کبھی مارنے کو عصا هیں اُٹھاتے
ستوں چشم بدور هیں آپ دیں کے
نمونہ هیں خلق رسول امیں کے

جو چاهے کہ خوش اُنسے ملکر هو انسان * تو هے شرط وہ قوم کا هو مسلماں
نشاں سجدہ کا هو جبیں پر نمایاں * تشرع میں اُس کے نہو کوئی نقصان
لبیں بڑہ رهی هوں نہ ڈاڑھی چڑھی هو
ازار اپنی حد سے نہ آگے بڑھی هو

عقاید میں حضرت کا هم داستاں هو * هر ایک اصل میں فرع میں همزباں هو
حریفوں سے اُنکے بہت بد گماں هو * مریدوں کا اُنکے بڑا مدح خواں هو
گر ایسا نہیں هے تو مردود دیں هے
بزرگوں سے ملنے کے قابل نہیں هے

شریعت کے احکام تھے وہ گوارا * کہ شیدا تھے اُن پر یہود اور نصارے
گواہ اُن کی نرمی کا قرآن هے سارا * خود الدین یسر نبی نے پکارا
مگر یہاں کیا ایسا دشوار اُن کو
کہ مومن سمجھنے لگے بار اُن کو

نہ کی اُنکی اخلاق میں رهنمائی * نہ باطن میں کی اُنکے پیدا صفائی
پہ احکام ظاهر کی لے بھہ بڑھائی * کہ هوتی نہیں اُنسے دم بھر رهائی
وہ دیں جو کہ چشمہ تھا خلق نکو کا
کیا قاعدن اُس کو غسل و وضو کا

سدا اهل تحقیق سے دلمیں بل هے * حدیثوں پہ چلنے میں دین کا خلل هے
فتاووں پہ بالکل مدار عمل هے * هر ایک رائے قرآن کا نعم البدل هے
کتاب اور سنت کا هے نام باقی
خدا اور نبی سے نہیں کام باقی

جہاں مختلف ہوں روایات باہم * کبھی ہوں نہ سیدھی روایت سے خوش ہم
جسے عقل رکھے نہ ہرگز مسلم * اُسے ہر روایت سے سمجھیں مقدم

سب اسمیں گرفتار چھوٹے بڑے ہیں
سمجھ پر ہماری یہہ پتھر پڑے ہیں

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر * جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
کہے آگ کو اپنا قبلہ تو کافر * کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر

مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جسکی چاہیں

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں * اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں * شہیدوں سے جاجاکے مانگیں دعائیں

نہ توحید میں کچھہ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

وہ دین جس سے توحید پھیلی جہاں میں * ہوا جلوہ گر حق زمیں و زماں میں
رہا شرک باقی نہ وہم و گماں میں * وہ بدلا گیا آکے ہندوستاں میں

ہمیشہ سے اسلام تھا جسپہ نازاں
وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلماں

تعصب کہ ہے دشمن نوع انساں * بھرے گھر کیئے سیکڑوں جس نے ویراں
ہوئی بزم نمرود جس سے پریشاں * کیا جس نے فرعون کو نذر طوفاں

گیا جوش میں بولہب جس کے کھویا
ابو جہل کا جس نے بیڑا ڈبویا

وہاں اِک عجب بھیس میں جلوہ گر ہے * چھپا جسکے پردہ میں اُسکا ضرر ہے
بھرا زہر جس جام میں سربسر ہے * وہ آب بقا ہمکو آتا نظر ہے

تعصب کو اِک جزو دیں سمجھے ہیں ہم
جہنم کو خلد بریں سمجھے ہیں ہم

ہمیں واعظوں نے یہہ تعلیم دی ہے * کہ جو کام دینی ہے یا دنیوی ہے
مخالف کی ریس اُسمیں کرنی بُری ہے * نشاں غیرت دین حق کا یہی ہے

نہ ٹھیک اُسکی ہرگز کوئی بات سمجھو
وہ دن کو کہے دن تو تم رات سمجھو

قدم گر رہ راست پر اُس کا پاؤ * تو تم سیدھے رستہ سے کترا کے جاؤ
پڑیں اس میں جو دقتیں وہ اُٹھاؤ * لگیں جسقدر ٹھوکریں اسمیں کھاؤ

جو نکلے جہاز اُس کا بچ کر بھنور سے
تو تم ڈالدو ناؤ اندر بھنور کے

اگر مسخ ہوجاے صورت تمھاري * بہایم میں مل جاے سیرت تمھاري
بدل جاے بالکل طبیعت تمھاري * سراسر بگڑ جائے حالت تمھاري

تو سمجھو کہ ہی حق کي اِک شان یہہ بھي
ہی اِک جلوہ نور ایمان یہہ بھي

نہ اوضاع میں تم سے نسبت کسيکو * نہ اخلاق میں تم پہ سبقت کسيکو
نہ حاصل یہہ کھانوں میں لذت کسيکو * نہ پیدا یہہ پوشش نہ زینت کسيکو

تمھیں فضل ہر علم میں بر ملا ہی
تمھاري جہالت میں بھي اک ادا ہی

کوئي چیز سمجھو نہ اپني بُري تم * رہو بات کو اپني کرتے بڑي تم
حمایت میں ہو جبکہ اسلام کي تم * تو ہو ہر بدي اور گنہ سے بري تم

بدي سے نہیں مومنوں کو مضرت
تمھارے گناہ اور نہ اوروں کي طاعت

مخالف کا اپنے اگر نام لیجیے * تو ذکر اُسکا ذلت سے خواري سے کیجیے
کبھي بھولکر طرح اس میں نہ دیجیے * قیامت کو دیکھوگے اس کے نتیجے

گناہوں سے ڈرتے ہو گویا مبرّا
مخالف پہ کرتے ہو جب تم تبرّا

نہ سني میں اور جعفري میں ہو اُلفت * نہ نعماني و شافعي میں ہو ملت
وہابي سے صوفي کي کم ہو نہ نفرت * مقلد کرے نا مقلد پہ لعنت

رہے اہل قبلہ میں جنگ ایسي باہم
کہ دین خدا پر ہنسے سارا عالم

کرے کوئي اصلاح کا گر ارادہ * تو شیطان سے اُس کو سمجھو زیادہ
جسے ایسے مفسد سے ہی استفادہ * رہ حق سے ہی بر طرف اُسکا جادہ

شریعت کو کرتے ہیں برباد دونو
ہیں مردود شاگرد و اُستاد دونو

وہ دین جس نے الفت کی بنیاد ڈالی * کیا طبع دوران کو نفرت سے خالی
بنایا اجانب کو جس نے موالی * ہر اک قوم کے دل سے نفرت نکالی
عرب اور حبش ترک و تاجیک و دیلم
ہوئے سارے شیر و شکر ملکے باہم

تعصب نے اُس صاف چشمہ کو آکر * کیا بغض کے خار و خس سے مکدر
بنے خصم جو تھے عزیز اور برادر * نفاق اہل قبلہ میں پھیلا سراسر
نہیں دستیاب ایسے اب دس مسلماں
کہ ہو ایک کو دیکھہ کر ایک شاداں

ہمارا یہہ حق تھا کہ سب یار ہوتے * زمانہ میں یاروں کے غمخوار ہوتے
سب ایک اِک کے باہم مددگار ہوتے * عزیزوں کے غم میں دل افگار ہوتے
جب الفت میں یوں ہوتے ثابت قدم ہم
تو کہہ سکتے اپنے کو خیر الامم ہم

اگر بھولتے ہم نہ قول پیمبر * کہ "ہیں سب مسلمان باہم برادر
برادر ہی جب تک برادر کا یاور * معین اُس کا ہی خود خداوند داور
تو آتی نہ بیڑے پہ اپنے تباہی
فقیری میں بھی کرتے ہم بادشاہی

وہ گھر جسمیں ہوں دل ملے سب کے باہم * خوشی ناخوشی میں ہوں سب یار و ہمدم
اگر ایک خوش دل تو گھر سارا خرّم * اگر ایک غمگیں تو دل سب کے پر غم
مبارک ہی اُس قصر شاہنشہی سے
جہاں ایک دل ہو مکدر کسی سے

اگر ہو مدار اِسپہ تحقیق دیں کا * کہ ہی دین والوں کا برتاؤ کیسا
کھرا اُن کا بازار ہی یا کہ کھوٹا * ہی قول و قرار ان کا جھوٹا کہ سچا
تو ایسے نمونے بہت شاذ ہیں یہاں
کہ اسلام پر جن سے قایم ہو بُرہاں

مجالس میں غیبت کا زور اسقدر ہی * کہ آلودہ اِس خون میں ہر بشر ہی
نہ بھائی کو بھائی سے یہاں درگذر ہی * نہ مُلّا کو صوفی کو اس سے حذر ہی
اگر نشۂ مے ہو غیبت میں پنہاں
تو ہشیار پائے نہ کوئی مسلماں

جنہیں چار پیسے کا مقدور ہی یہاں * سمجھتے نہیں ہیں وہ انسان کو انساں
موافق نہیں جن سے ایام دوراں * نہیں دیکھ سکتے کسی کو وہ شاداں

نشہ میں تکبر کے ہیں چور کوئی
حسد کے مرض میں ہیں رنجور کوئی

اگر مرجع خلق ہے ایک بھائی * نہیں ظاہرا جس میں کوئی برائی
بھلا جس کو کہتی ہے ساری خدائی * ہر اک دل میں عظمت ہے جسکی سمائی

تو پڑتی ہیں اُس پر نگاہیں غضب کی
کھٹکتا ہے کانٹا سا آنکھوں میں سب کی

بگڑتا ہے جب قوم میں کوئی بن کر * اسی تمکنت و اقبال تھے جسکے یاور
اٹھی گردنیں جھکتی تھیں جسکے در پر * مگر کر دیا اب زمانے نے بے پر

تو ظاہر میں کڑھتے ہیں پر خوش ہیں جی میں
کہ ہمدرد ہاتھ آیا اک مفلسی میں

اگر اک جوانمرد ہمدرد انساں * کرے قوم پر دل سے جان اپنی قرباں
تو خود قوم اُس پر لگائے یہ بہتاں * کہ ہے اُسکی کوئی غرض اسمیں پنہاں

وگرنہ پڑی کیا کسی کو کسی کی
یہ چالیں سراسر ہیں خود مطلبی کی

نکالے گر اُن کی بھلائی کی صورت * تو ڈالیں جہانتک بنے اسمیں کھنڈت
سنیں کامیابی میں گر اُسکی شہرت * تو دل سے تراشیں کوئی تازہ تہمت

منہ اپنا ہو گو دین و دنیا میں کالا
نہو ایک بھائی کا پر بول بالا

اگر پاتے ہیں دو دلوں میں صفائی * تو ہیں ڈالتے اُس میں طرح جدائی
ٹھنی دو گروہوں میں جسدم لڑائی * تو گویا تمنا ہماری بر آئی

بس اِس سے نہیں مشغلہ خوب کوئی
تماشا نہیں ایسا مرغوب کوئی

تعصب میں بد نیتی میں دغا میں * نمود اور بناوٹ فریب اور ریا میں
سعایت میں بہتان میں افترا میں * کسی بزم بیگانہ و آشنا میں

نہ پاؤگے رسوا و بدنام ہم سے
بڑھے پھر نہ کیوں شان اسلام ہم سے

خوشامد میں ہم کو وہ قدرت ہے حاصل * کہ انساں کو ہر طرح کرتے ہیں مائل
کہیں احمقوں کو بتاتے ہیں عاقل * کہیں ہوشیاروں کو کرتے ہیں غافل
کسی کو اُتارا کسی کو چڑھایا
یونہیں سیکڑوں کو اسامی بنایا

روایات پر حاشیہ اِک چڑھانا * قسم جھوٹے وعدوں پہ سو بار کھانا
اگر مدح کرنا تو حد سے بڑھانا * مذمت پہ آنا تو طوفاں اُٹھانا
یہہ ہے روز مرہ کا یہاں اُن کے عنواں
فصاحت میں بے مثل ہیں جو مسلماں

اُسے جانتے ہیں بڑا اپنا دشمن * ہمارے کرے عیب جو ہم پہ روشن
نصیحت سے نفرت ہے ناصح سے اَن بن * سمجھتے ہیں ہم رہنماؤں کو رہ زن
یہی عیب ہے سب کو کھویا ہے جس نے
ہمیں ناؤ بھر کر ڈبویا ہے جس نے

وہ عہد ہمایوں جو خیر القروں تھا * خلافت کا جبتک کہ قایم ستوں تھا
نبوت کا سایہ ابھی رہنموں تھا * سماں خیر و برکت کا ہردم فزوں تھا
عدالت کے زیور سے تھے سب مزین
پھلا اور پھولا تھا احمد کا گلشن

سعادت بڑی اُس زمانہ کی یہہ تھی * کہ جھکتی تھی گردن نصیحت پہ سبکی
نہ کرتے تھے خود قول حق سے خموشی * نہ لگتی تھی حق کی اُنہیں بات کڑوی
غلاموں سے ہوجاتے تھے بند آقا
خلیفہ سے لڑتی تھی ایک بڑھیا

نبی نے کہا تھا جنہیں فخر اُمت * جنہیں خلد کی مل چکی تھی بشارت
مسلم تھی عالم میں جن کی عدالت * رہا مفتخر جن سے تخت خلافت
وہ پھرتے تھے راتوں کو چھپ چھپ کے دردر
کہ شرمائیں اپنا کہیں عیب سن کر

مگر ہم کہ ہیں دام و دد ہم سے بہتر * نہ ظاہر کہیں ہم میں خوبی نہ مضمر
نہ اقران و امثال میں ہم موقر * نہ اجداد و اسلاف کے ہم میں جوہر
نصیحت سے ایسا برا مانتے ہیں
کہ گویا ہم اپنے کو پہچانتے ہیں

نبوت نہ گر ختم ہوتی عرب پر * کوئی ہم پہ مبعوث ہوتا پیمبر
تو ہی جیسے مذکور قرآں کے اندر * ضلالت یہود اور نصاریٰ کی اکثر

یونہیں جو کتاب اُس پیمبر پہ آتی
وہ گمراہیاں سب ہماری جتاتی

ہنر ہم میں جو ہیں وہ معلوم ہیں سب * علوم اور کمالات معدوم ہیں سب
چلن اور اطوار مذموم ہیں سب * فراغت سے دولت سے محروم ہیں سب

جہالت نہیں چھوڑتی ساتھ دم بھر
تعصب نہیں بڑھنے دیتا قدم بھر

وہ تقریر پارینہ یونانیوں کی * وہ حکمت کہ ہی ایک دھوکے کی ٹٹی
یقیں جس کو ٹہرا چکا ہی نکمی * عمل نے جسے کردیا آکے ردی

اُسے وحی سے سمجھے ہیں ہم زیادہ
کوئی بات اُس میں نہیں کم زیادہ

زبور اور توریت و انجیل و قرآں * بالاجماع ہیں قابل نسخ و نسیاں
مگر لکھ گئے جو اُصول اہل یوناں * نہیں نسخ و تبدیل کا اُن میں امکاں

نہیں مٹتے جب تک کہ آثار دنیا
مٹے گا کبھی کوئی شوشہ نہ اُن کا

نتایج ہیں جو مغربی علم و فن کے * وہ ہیں ہند میں جلوہ گر سو برس سے
تعصب نے لیکن یہ ڈالے ہیں پردے * کہ ہم حق کا جلوہ نہیں دیکھ سکتے

دلوں پر ہیں نقش اہل یوناں کی رائیں
جو اب وحی اُترے تو ایماں نہ لائیں

اب اس فلسفہ پر ہیں جو مرنے والے * شفا اور مجسطی کے دم بھرنے والے
ارسطو کی چوکھٹ پہ سر دھرنے والے * فلاطون کی اقتدا کرنے والے

وہ تیلی کے کچھ بیل سے کم نہیں ہیں
پھرے عمر بھر اور جہاں تھے وہیں ہیں

وہ جب کرچکے ختم تحصیل حکمت * بندھی سر پہ دستار علم و فضیلت
اگر رکھتے ہیں کچھ طبیعت میں جودت * تو ہی سب سے اُن کی بڑی یہ لیاقت

کہ گردن کو وہ رات کہدیں زباں سے
دو منوا کے چھوڑیں اُسے اک جہاں سے

سوا اِس کے پھر آئے اُسکو پڑھادیں * اُنہیں جو کچھہ آتا ھی اُسکو بتادیں
وہ سیکھی ھیں جو بولیاں سب سکھادیں * میاں مٹھو اپنا سا اُس کو بنادیں

بہت لے دیکے ھی علم کا اُن کے حاصل
اِسی پر ھی فخر اُن کو بین الاماثل

نہ سرکار میں کام پانے کے قابل * نہ دربار میں لب ھلانے کے قابل
نہ جنگل میں ریوڑ چرانے کے قابل * نہ بازار میں بوجھہ اُٹھانے کے قابل

نہ پڑھتے تو سو طرح کھاتے کماکر
وہ کھوئے گئے اور تعلیم پاکر

جو پوچھو کہ حضرت نے جو کچھہ پڑھا ھی * مراد آپ کی اسکے پڑھنے سے کیا ھی
مفاد اس میں دنیا کا یا دین کا ھی * نتیجہ کوئی یا کہ اس کے سوا ھی

تو مجذوب کی طرح سب کچھہ بکیں گے
جواب اس کا لیکن نہ کچھہ دیسکیں گے

نہ حجت رسالت پہ لاسکتے ھیں وہ * نہ اسلام کا حق جتاسکتے ھیں وہ
نہ قرآن کی عظمت دکھاسکتے ھیں وہ * نہ حق کی حقیقت بتاسکتے ھیں وہ

دلیلیں ھیں سب آج بیکار اُن کی
نہیں چلتی توپوں میں تلوار اُن کی

پڑے اُس مشقت میں ھیں روز سوایا * نتیجہ نہیں اُن کو معلوم جس کا
گئیں بھول آگے کی بھیڑیں جو بدیا * اُسی راہ پر پڑلیا سارا گلا

نہیں جانتے یہہ کہ جانے کدھر ھیں
گئے بھول رستہ وہ یا راہ پر ھیں

مثال اُنکی کوشش کی ھی صاف ایسی * کہ کہانی کہیں بندروں نے جو سردی
ادھر اور اُدھر دیر تک آگ ڈھونڈی * کہیں روشنی اُن کو پائی نہ اُس کی

مگر ایک جگنو چمکتا جو دیکھا
پتنگا اُسے آگ کا سب نے سمجھا

لیا جاکے تھام اور سب نے اُسی دم * کیا گھانس پھونس اُسپہ لاکر فراھم
لگے اُس کو سلگانے سب ملکے پیہم * نہ کچھہ آگ سلگی نہ سردی ھوئی کم

یونہیں رات ساری اُنہوں نے گنوائی
مگر اپنی محنت کی راحت نہ پائی

گزرتے تھے جو جانور اُس طرف سے * جب اس کشمکش میں اُنہیں دیکھتے تھے
ملامت بہت سخت تھے اُنکو کرتے * کہ شرمائیں وہ زعم باطل سے اپنے

مگر اپنی کد سے نہ باز آتے تھے وہ
ملامت پہ اور اُلٹے غرّاتے تھے وہ

نہ سمجھے وہ جب تک ہوا دن نہ روشن * اسی طرح جو ہیں حقیقت کے دشمن
نہ چھوڑیں گے گو دن تو ہم سے دامن * پہ جب ہوگا نور سحر لمعہ افگن

بہت جلد ہوجائے گا آشکارا
کہ جگنو کو سمجھے تھے وہ اک شرارا

وہ طب جس پہ غش ہیں ہمارے اطبا * سمجھتے ہیں جس کو بیاض مسیحا
بنانے میں ہی جنمیں دخل جسکے بہت سا * جسے عیب کی طرح کرتے ہیں اخفا

فقط چند نسخوں کا ہی وہ سفینہ
چلے آئے ہیں جو کہ سینہ بسینہ

نہ اُن کو نباتات سے آگہی ہی * نہ اصلا خبر معدنیات کی ہی
نہ تشریح کی لے کسی پر کھلی ہی * نہ علم طبیعی نہ کیمسٹری ہی

نہ پانی کا علم اور نہ علم ہوا ہی
مریضوں کا اُن کے نگہباں خدا ہی

نہ قانون میں اُن کے کوئی خطا ہی * نہ مخزن میں انگشت رکھنے کی جا ہی
سدیدی میں لکھا ہی جو اچھا بجا ہی * نفیسی کے ہر قول پر جاں فدا ہی

سلف لکھ گئے جو قیاس اور گماں سے
صحیفے ہیں اُترے ہوئے آسماں سے

وہ شعر اور قصائد کا ناپاک دفتر * عفونت میں سنڈاس سے جو ہی بدتر
زمیں جس سے ہی زلزلہ میں برابر * ملک جس سے شرماتے ہیں آسماں پر

ہوا علم و دیں جس سے تاراج سارا
وہ ہی علم انشا ہمارا

برا شعر کہنے کی گر کچھ سزا ہی * عبث جھوٹ بکنا اگر ناروا ہی
تو وہ محکمہ جس کا قاضی خدا ہی * مقرر جہاں نیک و بد کی جزا ہی

گنہگار واں چھوٹ جائینگے سارے
جہنم کو بھر دینگے شاعر ہمارے

زمانہ میں جتنے قلی اور نفر ہیں * کمائی سے اپنی وہ سب بہرہ ور ہیں
گویئے امیروں کے نور نظر ہیں * ڈفالی بھی لے آتے کچھ مانگ کر ہیں
مگر اس تپ دق میں جو مبتلا ہیں
خدا جانے وہ کس مرض کی دوا ہیں

جو سقہ نہ ہوں جی سے جائیں گذر سب * ہو میلا جہاں گم ہوں دھوبی اگر سب
بنے دم پہ گر شہر چھوڑیں نفر سب * جو نہو جائیں مہتر تو گندے ہوں گھر سب
پہ گر جائیں ہجرت جو شاعر ہمارے
کہیں مل کے "خس کم جہاں پاک" سارے

عرب جو تھے دنیا میں اس فن کے بانی * نہ تھا کوئی آفاق میں جنکا ثانی
زمانہ نے جن کی فصاحت نہ مانی * مٹادی عزیزوں نے اُنکی نشانی
سب اُن کے ہنر اور کمالات کھو کر
رہے شاعری کو بھی آخر ڈبو کر

ادب میں پڑی جان اُنکی زباں سے * جلا دین نے پائی اُن کے بیاں سے
سناں کے لیئے کام اُنہوں نے لساں سے * زبانوں کے کوچے تھے بڑھکر سناں سے
ہوئے اُن کے شعروں سے اخلاق صیقل
پڑی اُن کے خطبوں سے عالم میں ہل چل

خلف اُنکے یاں جو کہ جادو بیاں ہیں * فصاحت میں مقبول پیر و جواں ہیں
بلاغت میں مشہور ہندوستاں ہیں * وہ کچھ ہیں تو لے دیکے اک گر انکے یاں ہیں
کہ جب شعر میں عمر ساری گنوائیں
تو بھانڈ اُنکی غزلیں مجالس میں گائیں

طوائف کو ازبر ہیں دیوان اُن کے * گویوں پہ بیحد ہیں احسان اُنکے
نکلتے ہیں نغموں میں ارمان اُن کے * ثنا خواں ہیں ابلیس و شیطان اُنکے
کہ عقلوں پہ پردے دیئے ڈال اُنہوں نے
ہمیں کر دیا فارغ البال اُنہوں نے

شریفوں کی اولاد بے تربیت ہے * تباہ اُنکی حالت بری اُنکی گت ہے
کسی کو کبوتر اُڑانے کی لت ہے * کسی کو بٹیریں لڑانے کی دھت ہے
چرس اور گانجے پہ شیدا ہے کوئی
مدک اور چنڈو کا رسیا ہے کوئی

سدا گرم انکار سے اُن کی صحبت * ہر اِک رند و اوباش سے اُنکی ملت
پڑھے لکھوں کے سایہ سے اُنکو وحشت * مدارس سے تعلیم سے اُن کو نفرت
کمینوں کے چرگے میں عمریں گنوانی
اُنھیں گالیاں دینی اور آپ کھانی

نہ علمی مدارس میں ہیں اُن کو پاتے * نہ شائستہ جلسوں میں ہیں آتے جاتے
یہ میلوں کی رونق ہیں جاکر بڑھاتے * پڑے پھرتے ہیں دیکھتے اور دکھاتے
کتاب اور معلم سے پھرتے ہیں بھاگے
مگر ناچ گانے میں ہیں سب سے آگے

اگر کیجے اُن پاک شہروں کی گنتی * ہوا جن کے پہاو سے بچکر ہی چلتی
ملی خاک میں جن سے عزت بڑوں کی * مٹی خاندانوں کی جن سے بزرگی
تو بس جسقدر خانہ برباد ہونگے
وہ سب اِن شریفوں کی اولاد ہونگے

ہوئی اُنکی بچپن میں یوں پاسبانی * کہ قیدی کی جیسے کٹے زندگانی
لگی ہونے جب کچھ سمجھ بوجھ سیانی * چڑھی بھوت کی طرح سر پر جوانی
بس اب گھر میں دشوار تھمنا ہی اُن کا
اکھاڑوں میں تکیوں میں رہنا ہی اُن کا

نشہ میں مے عشق کے چور ہیں وہ * صف فوج مژگاں میں محصور ہیں وہ
غم چشم و ابرو میں رنجور ہیں وہ * بہت ہاتھ سے دل کے مجبور ہیں وہ
کریں کیا کہ ہی عشق طینت میں اُنکی
حرارت بھری ہی طبیعت میں اُن کی

اگر شش جہت میں کوئی دلربا ہی * تو دل اُنکا نادیدہ اُس پر فدا ہی
اگر خواب میں کچھ نظر آ گیا ہی * تو یاد اُس کی دن رات نام خدا ہی
بھری سب کی وحشت سے روداد ہی داں
جسے دیکھئے قیس و فرہاد ہی یاں

اگر ماں ہی دکھیا تو اُن کی بلا سے * اداس ہی باوا تو اُن کی بلا سے
جو ہی گھر میں فاقہ تو اُن کی بلا سے * جو مرتا ہی کنبا تو اُن کی بلا سے
جنھوں نے لگالی ہو لو دلربا سے
غرض پھر اُنھیں کیا رہی ما سوا سے

نہ گالی سے دشنام سے جی چرائیں * نہ جوتی سے پیزار سے ہچکچائیں
جو میلوں میں جائیں تو لچپن دکھائیں * جو محفل میں بیٹھیں تو فتنے اُٹھائیں

لرزتے ہیں اوباش اُن کی ہنسی سے
گریزاں ہیں رند اُن کی ہمسائگی سے

سپوتوں کو اپنے اگر بیاہ دیجیے * تو بہوؤں کا بوجھہ اپنی گردن پہ لیجیے
جو بیٹی کے پیوند کی فکر کیجیے * تو بد راہ میں بہاتیے اور بہندیجیے

بہی سجھینگا کو بہو گور بگور ہی
بہو کو تپکانا نہ بیٹی کو در ہی

نہ مطلب نگاری کا اِن کو سلیقہ * نہ دربار داری کا اِن کو سلیقہ
نہ اُمیدواری کا اِن کو سلیقہ * نہ خدمت گذاری کا اِن کو سلیقہ

قلی یا نفر ہو تو کچھہ کام آئے
مگر اِن کو کس مد میں کوئی کھپائے

نہیں ملتی روٹی جنہیں پیٹ بہرکے * وہ گذران کرتے ہیں سو عیب کرکے
جو ہیں اُن میں دوچار آسودہ گہر کے * وہ دن رات خواہاں ہیں مرگ پدر کے

نمونے یہہ اعیان و اشراف کے ہیں
سلف اِن کے وہ تھے خلف اُنکے یہہ ہیں

وہ اسلام کی پود شاید یہی ہی * کہ جسکی طرف آنکھہ سب کی لگی ہی
بہت جس سے آیندہ چشم بہی ہی * بقا منحصر جسپہ اسلام کی ہی

یہی جان ڈالے گی باغ کہن میں ؟
اِسی سے بہار آئیگی اِس چمن میں ؟

یہی ہیں وہ نسلیں مبارک ہماری ؟ * کہ بخشیں گی جو دین کو استواری ؟
کریں گی یہی قوم کی غم گساری ؟ * انہیں پر اُمیدیں ہیں موقوف ساری

یہی شمع اسلام روشن کریں گی
بڑوں کا بہی نام روشن کریں گی

خلف اُن کے الحق اگر یاں یہی ہیں * سلف کے اگر فاتحہ خواں یہی ہیں
اگر یادگار عزیزاں یہی ہیں * اگر نسل اشراف و اعیاں یہی ہیں

تو یاد اسقدر اُنکی رہ جاے گی یاں
کہ اک قوم رہتی تہی اِس نام کی یاں

سمجھتے ھیں شائستہ جو آپ کو یاں * وہ آزادی والے پر جو کہ ناداں
جہاں پر ھیں جو قوم کے اپنی خنداں * مسلماں ھیں سب جن کے نزدیک ناداں

جو ڈھونڈو گے یاروں کے ھمدرد اُن میں
تو نکلیں گے تھوڑے جوانمرد اُن میں

نہ رنج اُن کے افلاس کا اِنکو اصلا * نہ فکر اُن کی تعلیم اور تربیت کا
نہ کوشش کی ھمت نہ دینے کو پیسا * اُڑانا مگر مفت ایک ایک کا خاکا

کبھی اُن کی پوشاک پر طعن کرنا
کبھی اُن کی خوراک کو نام دھرنا

عزیزوں کی جس بات میں عیب پانا * نشانہ اُسے پھبتیوں کا بنانا
شماتت سے دل بھائیوں کا دکھانا * یگانوں کو بیگانہ بن کر چڑانا

نہ کچھ درد کی چوٹ اُن کے جگر میں
نہ قطرہ کوئی خون کا چشم تر میں

جہاز ایک گرداب میں پھنس رہا ھی * پڑا جس سے جوکھوں میں چھوٹا بڑا ھی
نکلنے کا رستہ نہ بچنے کی جا ھی * کوئی اُن میں سوتا کوئی جاگتا ھی

جو سوتے ھیں وہ مست خواب گراں ھیں
جو بیدار ھیں اُن پہ خندہ زناں ھیں

کوئی اُنسے پوچھے کہ اے ھوش والو * کس اُمید پر تم کھڑے ھنس رھے ھو
برا وقت بیڑے پہ آنے کو ھی جو * نہ چھوڑے گا سوتوں کو اور جاگتوں کو

بچو گے نہ تم اور نہ ساتھی تمھارے
اگر ناو ڈوبی تو ڈوبیں گے سارے

غرض عیب کیجے بیاں اپنے کیا کیا * کہ بگڑا ھوا یہاں ھی آوے کا آوا
فقیہ اور جاھل ضعیف اور توانا * تاسف کے قابل ھی احوال سب کا

مریض ایسے مایوس دنیا میں کم ھیں
بگڑ کر کبھی جو نہ سنبھلیں وہ ھم ھیں

کسی نے یہہ اِک مرد دانا سے پوچھا * کہ نعمت ھی دنیا میں سب سے بڑی کیا
کہا "عقل" جس سے ملے دین و دنیا * کہا "گر نہو اُس سے انسان کو بہرہ"

کہا "پھر اھم سب سے علم و ھنر ھی
کہ جو باعث اِفتخار بشر ھی"

کہا "گر نہ ہو یہہ بھی اُسکو میسر" * کہا "مال و دولت ہی دو سب نے بڑہ کر"
کہا "در ہو یہہ بھی اگر بند اُس پر" * کہا "اُسپہ بجلی کا گرنا ہی بہتر"

وہ ننگ بشر تاکہ ذلت سے چھوٹے
خلائق سب اُسکی نحوست سے چھوٹے

مجھے ڈر ہی اے میرے ہم قوم یارو * مبادا کہ وہ ننگ عالم تمہیں ہو
گر اسلام کی کچھہ حمیت ہی تمکو * تو جلدی سے اُٹھو اور اپنی خبر لو

وگرنہ یہہ قول آئیگا راست تم پر
کہ ہونے سے اِن کا نہ ہونا ہی بہتر

رہوگے یونہیں فارغ البال کب تک * نہ بدلوگے یہہ چال اور ڈھال کب تک
رہیگی نئی پود پامال کب تک * نہ چھوڑوگے تم پوربیا چال اب تک

بس اگلے فسانے فراموش کردو
تعصب کے شعلے کو خاموش کردو

حکومت نے آزادیاں تم کو دی ہیں * ترقی کی راہیں سراسر کھلی ہیں
صدائیں یہہ ہر سمت سے آرہی ہیں * کہ راجہ سے پرجا تلک سب سکھی ہیں

تسلط ہی ملکوں میں امن و اماں کا
نہیں بند رستہ کسی کارواں کا

نہ بدخواہ ہی دین و ایمان کا کوئی * نہ دشمن حدیث اور قرآن کا کوئی
نہ ناقض ہی ملت کے ارکان کا کوئی * نہ مانع شریعت کے فرمان کا کوئی

نمازیں پڑہو بے خطر معبدوں میں
اذانیں دھڑلے سے دو مسجدوں میں

کھلی ہیں سفر اور تجارت کی راہیں * نہیں بند صنعت کی حرفت کی راہیں
جو روشن ہیں تحصیل حکمت کی راہیں * تو ہموار ہیں کسب دولت کی راہیں

نہ گھر میں غنیم اور دشمن کا کھٹکا
نہ باہر ہی قزاق و رہزن کا کھٹکا

مہینوں کے کٹتے ہیں رستے پلوں میں * گہروں سے سوا چین ہی منزلوں میں
ہر اک گوشہ گلزار ہی جنگلوں میں * شب و روز ہی ایمنی قافلوں میں

سفر جو کبھی تھا نمونہ سقر کا
وسیلہ ہی وہ اب سراسر ظفر کا

پہنچتی ہیں ملکوں سے دم دم کی خبریں * چلی آتی ہیں شادی و غم کی خبریں
عیاں ہیں ہر اک بزم اعظم کی خبریں * کھلی ہیں زمانہ پہ عالم کی خبریں

نہیں واقعہ کوئی پنہاں کہیں کا
ہے آئینہ احوال روئے زمیں کا

کرو قدر اس امن و آزادگی کی * کہ ہے صاف ہر سمت راہ ترقی
ہر اک راہ رو کا زمانہ ہے حامی * یہہ ہر سو سے آواز پیہم ہے آتی

کہ دشمن کا کھٹکا نہ رہزن کا ڈر ہے
نکالو جو رستہ ابھی بے خطر ہے

بہت قافلے دور بے جا رہے ہیں * بہت بوجھہ بار اپنے لدوا رہے ہیں
بہت چل چلاؤ میں گھبرا رہے ہیں * بہت سے نہ چلنے سے پچتا رہے ہیں

مگر اک تمہیں ہو کہ سوتے ہو غافل
مبادا کہ غفلت میں کھوتی ہو منزل

نہ بد خواہ سمجھو بس اب ناصحوں کو * لٹیرے نہ ٹھہراؤ تم رہبروں کو
دو الزام پیچھے نصیحت گروں کو * ٹٹولو ذرا پہلے اپنے گھروں کو

کہ خالی ہیں یا پر ذخیرے تمہارے
برے ہیں کہ اچھے وتیرے تمہارے

امیروں کی تم سن چکے داستاں سب * چلن ہو چکے عالموں کے بیاں سب
شریفوں کی حالت ہے دم پر عیاں سب * بگڑنے کو تیار بیٹھے ہیں یاں سب

یہہ بوسیدہ گھر اب گرا کا گرا ہے
ستوں مرکز ثقل سے ہٹ چکا ہے

یہہ جو کچھہ ہوا ایک شمہ ہے اُسکا * کہ جو وقت یاروں پہ ہے آنے والا
زمانہ نے اونچے سے جس کو گرایا * وہ آخر کو مٹی میں مل کر رہیگا

نہیں گرچہ کچھہ قوم میں حال باقی
ابھی اور ہونا ہے پامال باقی

یہاں ہر ترقی کی غایت یہی ہے * سر انجام ہر قوم و ملت یہی ہے
سدا سے زمانہ کی عادت یہی ہے * طلسم جہاں کی حقیقت یہی ہے

بہت بن ہوئے خشک چشمے ابل کر
بہت باغ چھانٹے گئے پھول پھل کر

کہاں ہیں وہ اہرام مصری کے بانی * کہاں ہیں وہ گُردانِ زابلستانی
گئے پیشدادی کدھر اور کیانی * مٹا کر رہی سب کو دُنیائے فانی
لگاؤ کہیں کھوج کلدانیوں کا
بتاؤ نشاں کوئی ساسانیوں کا
وہی ایک ہے جسکو دائم بقا ہے * جہاں کی وراثت اُسی کو سزا ہے
سوا اُس کے انجام سب کا فنا ہے * نہ کوئی رہیگا نہ کوئی رہا ہے
مُسافر یہاں ہیں فقیر اور غنی سب
غلام اور آزاد ہیں رفتنی سب

ضمیمہ

بس اے ناامیدی نہ یوں دل بجھا تو * جھلک اے اُمید اپنی آخر دکھا تو
ذرا ناامیدوں کی ڈھارس بندھا تو * فسردہ دلوں کے دل آکر بڑھا تو
ترے دم سے مُردوں میں جانیں پڑی ہیں
جلی کھیتیاں تو نے سرسبز کی ہیں
سفینہ پڑے موج طوفاں میں تو تھی * سکون بخش یعقوب کنعاں میں تو تھی
زلیخا کی غمخوار ہجراں میں تو تھی * دلآرام یوسف کی زنداں میں تو تھی
مصائب نے جب آنکر اُن کو گھیرا
سہارا وہاں سب کو تھا ایک تیرا
بہت ڈوبتوں کو ترایا ہے تو نے * بگڑتوں کو اکثر بنایا ہے تو نے
اُکھڑتے دلوں کو جمایا ہے تو نے * اُجڑتے گھروں کو بسایا ہے تو نے
بہت تو نے پستوں کو بالا کیا ہے
اندھیرے میں اکثر اُجالا کیا ہے
تری تجھ سے ہمت ہے پیر و جواں کی * بندھی تجھ سے ڈھارس ہے خورد و کلاں کی
تجھی پر ہے بنیاد نظم جہاں کی * نہ ہو تو تو رونق نہ ہو اس دُکاں کی
تگاپو ہے ہر مرحلے میں تجھی سے
روا رو ہے ہر قافلے میں تجھی سے

کسانوں سے کلو میں ہی تو بواتی * جہازوں کو گرداب میں ہی گھواتی
سکندر کو دارا پہ ہے تو چڑھاتی * فریدوں کو ضحاک سے ہی لڑاتی

چلے سب جدھر تونے مائل عناں کی
نظر تیری مہتی پہ ہی کارواں کی

نوازا بہت بے نواؤں کو تونے * تونگر بنایا گداؤں کو تونے
دیا دسترس نارساؤں کو تونے * کیا بادشا ناخداؤں کو تونے

سکندر کو شان کئی تونے بخشی
کلمبس کو دنیا نئی تونے بخشی

وہ رہ رو نہیں رکھتے جو کوئی ساماں * خور و زاد سے جن کا خالی ہی داماں
نہ ساتھی کوئی جس سے منزل ہو آساں * نہ محرم کوئی جو سنے درد پنہاں

ترے بل پہ خوش خوش ہیں اس طرح جاتے
کہ جاکو خزانہ ہیں اب کوئی پاتے

زمیں جوتنے کو جب اٹھتا ہی جوتا * سمیں کا گماں تک نہیں جبکہ ہوتا
شب و روز محنت میں ہی جان کھوتا * مہینوں نہیں پاوں پھیلا کے سوتا

اگر موج زن اس کے دل میں نہ تو ہو
تو دنیا میں غل بھوک کا چار سو ہو

بنے اس سے بھی گر سوا اپنے دم پر * بلاؤں کا ہو سامنا ہر قدم پر
پہاڑ اک فزوں اور ہو کوہ غم پر * گذرنی ہو جو کچھ گذر جائے ہم پر

نہیں فکر — تو دل بڑھاتی ہی جب تک
دماغوں میں بو تیری آتی ہی جبتک

یہ سچ ہی کہ حالت ہماری زبوں ہی * عزیزوں کی غفلت وہی جو کہ تھی توں ہی
جہالت وہی قوم کی رہنموں ہی * تعصب کی گردن پہ ملت کا خوں ہی

مگر اے امید اک سہارا ہی تیرا
کہ جلوہ یہہ دنیا میں سارا ہی تیرا

نہیں قوم میں گرچہ کچھہ جان باقی * نہ اس میں وہ اسلام کی شان باقی
نہ وہ جاہ و حشمت کے سامان باقی * پر اس حال میں بھی ہی اک آن باقی

بگڑنے کا گو اُن کے وقت آ گیا ہی
مگر اس بگڑنے میں بھی اک ادا ہی

بہت ہیں ابھی جن میں غیرت ہے باقی * دلیری نہیں پر حمیت ہے باقی
فقیری میں بھی بوئے ثروت ہے باقی * تہیدست ہیں پر مروت ہے باقی
مٹے پر بھی پندار ہستی وہی ہے
مکان گرم ہے آگ گو بجھ گئی ہے

سمجھتے ہیں عزت کو دولت سے بہتر * فقیری کو ذلت کی ثروت سے بہتر
گلیم قناعت کو حامت سے بہتر * انہیں موت ہے بار منت سے بہتر
سر اُن کا نہیں در بدر جھکنے والا
وہ خود پست ہیں پہ نگاہیں ہیں بالا

مشابہ ہے قوم اُس مریض جواں سے * کیا ضعف نے جسکو مایوس جاں سے
نہ بستر سے حرکت نہ جنبش مکاں سے * اجل کے ہیں آثار جسپر عیاں سے
نظر آتے ہیں سب مرض جس کے مزمن
نہیں کوئی مہلک مرض اُس کو لیکن

بجا ہیں حواس اُسکے اور ہوش قائم * طبیعت میں میل و خور و نوش قائم
دماغ اور دل چشم اور گوش قائم * جوانی کا پندار اور جوش قائم
کرے کوئی اُس کی اگر غور کامل
عجب کیا جو ہو جائے زندوں میں شامل

عیاں سب پہ احوال بیمار کا ہے * کہ مدت سے اُس میں جو کچھ تھا سب چلا ہے
موافق دوا ہے نہ کوئی غذا ہے * ہزال بدن ہے زوال قویٰ ہے
مگر ہے ابھی یہہ دیا ٹمٹماتا
بجھا جو کہ ہے یاں نظر سب کو آتا

یہہ سچ ہے کہ ہے قوم میں قحط انساں * نہیں قوم کے پر سب افراد یکساں
سفال و خزف کے ہیں انبار گریاں * جواہر کے ٹکڑے بھی ہیں اُنمیں پنہاں
چھپے سنگریزوں میں گوہر بھی ہیں کچھہ
ملے ریت میں ریزۂ زر بھی ہیں کچھہ

جو بے غم ہیں اُن میں تو غمخوار بھی ہیں * جو بے ہوش ہیں کچھہ تو کچھہ بیدار بھی ہیں
انہیں غافلوں میں خبردار بھی ہیں * خرابات میں چند ہشیار بھی ہیں
جماعت سے اپنی نرالے بھی ہیں یاں
نکموں میں کچھہ کام والے بھی ہیں یاں

جو چاہیں پلٹ دیں ابھی سب کی کایا * کہ ایک اک نے ملکوں کو ہے یہاں جگایا
ملاحوں نے ہی قافلوں کو بچایا * جہازوں کو ہے زورقوں نے ترایا

یونہیں کام دنیا کا چلتا رہا ہے
دیئے سے دیا یونہیں جلتا رہا ہے

یہہ سچ ہے کہ ہیں بیشتر ہم میں ناداں * نہیں جن کے درد تعصب کا درماں
جہاں میں ہیں جو انکی عزت کے خواہاں * انہیں سے وہ رہتے ہیں دست و گریباں

پہ ایسے بھی کچھہ ہوتے جاتے ہیں پیدا
کہ جو خیرخواہوں پہ ہیں اپنے شیدا

کوئی خیرخواہی میں ہے ہمسر اُن کا * کوئی دست و بازو سے ہے یاور اُن کا
کوئی ہے زباں سے ستائش گر اُن کا * بہت رکھتے ہیں نقش حب دل پر اُنکا

بہت اُن کے گُن سنتے ہیں چپکے چپکے
بہت سنکے سر دھنتے ہیں چپکے چپکے

بہت دن سے دریا کا پانی کھڑا تھا * تموج کا جس میں نہ ہرگز پتا تھا
تغیر سے یہہ حال اُس کا ہوا تھا * کہ مکروہ تھی بو تو کڑوا مزا تھا

ہوئی تھی یہہ پانی سے زائل روانی
کہ مشکل سے کہہ سکتے تھے اُس کو پانی

پر اب اُسمیں رَو کچھہ کچھہ آنے لگی ہے * کناروں کو اُس کے ہلانے لگی ہے
ہوا بُلبلے کچھہ اُٹھانے لگی ہے * عفونت وہ پانی سے جانے لگی ہے

اگر ہو نہ یہہ انقلاب اتفاقی
تو دریا میں بس اِک تموج ہے باقی

حوادث نے اُنکو ڈرایا ہے کچھہ کچھہ * مصائب نے نیچا دکھایا ہے کچھہ کچھہ
ضرورت نے رستہ دکھایا ہے کچھہ کچھہ * زمانہ کے غل نے جگایا ہے کچھہ کچھہ

ذرا دست و بازو ہلانے لگے ہیں
وہ سوتے میں کچھہ کلبلانے لگے ہیں

وہ راست پر ہیں وہ کچھہ آتے جاتے * تعلی سے ہیں اپنی شرماتے جاتے
تفاخر سے ہیں اپنے پچھتاتے جاتے * سُراغ اپنا کچھہ کچھہ ہیں وہ پاتے جاتے

بزرگی کے دعووں سے پھرنے لگے ہیں
وہ خود اپنی نظروں سے گرنے لگے ہیں

نہیں گھاتھہ پر گو ترقی کے آتے * نئی بات سے ناک بھوں ہیں چڑھاتے
نئی روشنی سے ہیں آنکھیں چُراتے * مگر ساتھہ ہی یہہ بھی ہیں کہتے جاتے
کہ دُنیا نہیں گرچہ رہنے کے قابل
پر اِس طرح دُنیا میں رہنا ہی مشکل

تنزل پہ وہ ہاتھہ ملنے لگے ہیں * کچھہ اِس سوز سے جی پگھلنے لگے ہیں
دُھوئیں کچھہ دلوں سے نکلنے لگے ہیں * کچھہ آرے سے سینوں پہ چلنے لگے ہیں
وہ غفلت کی راتیں گزرنے کو ہیں اب
نشے جو چڑھے تھے اُترنے کو ہیں اب

نہیں گرچہ کچھہ دردِ اسلام اُن کو * نہ بہبودیِ قوم سے کام اُن کو
نہ کچھہ فکرِ آغاز و انجام اُن کو * برابر ہی ہو صبح یا شام اُن کو
مگر قوم کی سُن کے کوئی مصیبت
اُنہیں کچھہ نہ کچھہ آہی جاتی ہی رقت

خصومتسے ہیں اپنی گو خوار یہاں سب * نزاعوں سے باہم کے ہیں ناتواں سب
خود آپسکی چوٹونسے ہیں خستہ جاں سب * یہ ہیں متفق اسپہ پیر و جواں سب
کہ نا اتفاقی نے کھویا ہی ہم کو
اسی جزر و مد نے ڈبویا ہی ہم کو

یہہ مانا کہ کم ہم میں ہیں ایسے دانا * جنہوں نے حقیقت کو ہی اپنی چھانا
تنزل کو ہی ٹھیک ٹھیک اپنے جانا * کہ ہم ہیں کہاں اور کہاں ہی زمانا
یہ اتنا زبانوں پہ ہی سب کے جاری
کہ حالت بُری آج کل ہی ہماری

فرائض میں گو دین کے سب ہیں قاصر * نہ مشغول باطن نہ پابند ظاہر
مساجد سے غائب ملاہی میں حاضر * مگر ایسے فاسق ہیں اُن میں نہ فاجر
کہ مذہب پہ حملے ہیں جو ہر طرف سے
وہ دیکھہ اُن کو ہٹ جائیں راہِ سلف سے

خود اپنی ہی گو قدر و قیمت گنوائی * یہ بھولے نہیں ہیں بڑوں کی بڑائی
جو آپ اُنکی خوبی نہیں کوئی داتی * تو ہیں خوبیوں پر اُنہیں کے فدائی
شرف گو کہ باقی نہیں اُن میں اب کچھہ
مگر خواب میں دیکھہ لیتے ہیں سب کچھہ

ذرا پھر کے پیچھے وہ جب دیکھتے ہیں * وہ اپنا حسب اور نسب دیکھتے ہیں
بزرگوں کا علم و ادب دیکھتے ہیں * سرافرازی جد و اب دیکھتے ہیں

تو ہیں فخر سے وہ کبھی سر اُٹھاتے
کبھی ہیں ندامت سے گردن جھکاتے

اگر کچھ بھی باقی ہے یاروں میں ہمت * تو اُن کا یہی افتخار اور ندامت
شگون سعادت ہے اور فال دولت * کہ آتی ہے کچھ اس سے بوئے حمیت

وہ کھو بیٹھے آخر کمائی بڑوں کی
بھلا دی جنہوں نے بڑائی بڑوں کی

اسیری میں جو گرم فریاد ہیں یہاں * وہی آشیاں کرتے آباد ہیں یہاں
قفس سے وہی ہوتے آزاد ہیں یہاں * چمن کے جنہیں چہچہے یاد ہیں یہاں

وہ شاید قفس ہی میں عمریں گنوائیں
گئیں بھول صحرا کی جن کو فضائیں

بلندی میں ہوں یا کہ پستی میں ہوں ہم * قوی ہوں کہ کمزور افزوں ہوں یا کم
محقر زمانہ میں ہوں یا مکرم * موخر ہوں اس بزم میں یا مقدم

عبا میں ہوں پوشیدہ یا شال میں ہوں
کسی رنگ میں ہوں کسی حال میں ہوں

اگر باخبر ہیں حقیقت سے اپنی * تلف کی ہوئی اگلی عظمت سے اپنی
بلندی و پستی کی نسبت سے اپنی * گذشتہ اور آیندہ حالت سے اپنی

تو سمجھو کہ ہے پار کھیوا ہمارا
نہیں دور منجھدار سے کچھ کنارا

الپ ارسلاں سے یہ طغرل نے پوچھا * کہ قومیں ہیں دنیا میں جو جلوہ فرما
نشاں اُن کی اقبال مندی کے ہیں کیا * کہ اقبال مند اُن کو کہنا ہے زیبا

کہا ملک و دولت ہو ہاتھ اُن کے جب تک
جہاں ہو کمر بستہ ساتھ اُنکے جب تک

جہاں جائیں وہ سرخرو ہو کے آئیں * ظفر ہمعناں ہو جدھر باگ اُٹھائیں
نہ بگڑیں کبھی کام جو وہ بنائیں * نہ اُکھڑیں قدم جس جگہ وہ جمائیں

کریں مس کو گر مس تو وہ کیمیا ہو
اگر خاک میں ہاتھ ڈالیں طلا ہو

ولیعہد کی جب کہ باتیں سنیں یہہ * ہنسا سن کے فرزانہ دوربیں یہہ
کہا جانِ عم گپ ہی گو دلنشیں یہہ * مگر شرط اقبال ہرگز نہیں یہہ
حوادث سے بن گزارا نہیں یاں
بلندی و پستی سے چارا نہیں یاں

یہی ہے کبھی گاہ برہم ہی محفل * کٹھن ہے کبھی گاہ آساں ہی منزل
زمانہ کی گردش سے بچنا ہی مشکل * نہ محفوظ ہیں اس سے مدبر نہ مقبل
بہت یکہ تازوں کو یاں گرتے دیکھا
سدا شہسواروں کو یاں گرتے دیکھا

جہاں سود ہی یاں ہماں ہی زیاں ہے * جہاں روشنی ہے وہیں پر دھواں ہے
سفر ہی میں یہہ خاندان اور جہاں ہے * بہار ہے جہاں اس چمن میں خزاں ہے
نکھرتے ہیں جو یاں وہ کملاتے بھی ہیں
چمکتے ہیں جو یاں وہ گہناتے بھی ہیں

ضعیف اور قوی ارمنی اور عربی * چکھاتا ہے درد قدح سب کو ساقی
یہہ اقبال کی ہی رہ تو جن میں باقی * بہم سب تلاطم اُن کی ہیں اتفاقی
بلاؤں میں گھر کر نکل جاتے ہیں وہ
ذرا ڈگمگا کر سنبھل جاتے ہیں وہ

نہیں ہوتے نیرنگ گردوں سے حیراں * ہر اک درد کا ڈھونڈ لیتے ہیں درماں
اُٹھاتے نہیں کچھ حوادث سے نقصاں * وہ چونک اُٹھتے ہیں دیکھ خواب پریشاں
بھڑکتے ہیں افسردہ ہو کر سوا وہ
پھبکتے ہیں پژمردہ ہو کر سوا وہ

پھسلتے ہیں سانچے میں ڈھلنے کی خاطر * لگاتے ہیں غوطہ اُچھلنے کی خاطر
ٹھہرتے ہیں دم لینے چلنے کی خاطر * گر جاتے ہیں ٹھوکر سنبھلنے کی خاطر
سبب کو مرض سے سمجھتے ہیں پہلے
اُلجھتے ہیں پیچھے سلجھتے ہیں پہلے

ضرورت نہیں یہہ کہ فرماں روا ہوں * رعیت ہوں یا خواہ کشورکشا ہوں
سپاہی ہوں تاجر ہوں یا ناخدا ہوں * وہ سمجھے ہوئے ہیں یہہ اپنے سے واقف ذرا ہوں
کہ ہم کیا ہیں اور کون ہیں اور کہاں ہیں
گھٹے یا بڑھے ہیں سبک یا گراں ہیں

جب آئے آپھر ہوش کچھہ وقت کھو کر * رہیں بیٹھہ قسمت کو اپنی نہ رو کر
کریں کوششیں سب یہہ ایک ہو کر * رہیں داغ ذلت کا دامن سے دھو کر

نہو تاب پرواز گر آسماں تک
تو وہاں تک اُڑیں ہو رسائی جہاں تک

پڑا ہی رہی وقت اب ہم پہ آ کر * کہ آئے ہیں سوتے بہت دن چڑھا کر
سواروں نے کی راہ طے گھ اُٹھا کر * گئے قافلے پھر منزل پہ جا کر

گرفتاں و خیزاں سدھارے ہوی اب ہم
تو پہنچے بھلا جاکے منزل پہ کب ہم

مگر بیٹھہ رہنے سے چلنا ہی بہتر * کہ ہی اہل ہمت کا اللہ یاور
جو ٹھنڈک میں چلنا نہ آیا میسر * تو پہنچوں گے ہم دھوپ کھا کھا کے سر پر

یہہ تکلیف و راحت ہی سب اتفاقی
چلو اب بہی ہی وقت چلنے کا باقی

ہوا کچھہ وہی جسنے یاں کچھہ کیا ہی * لیا جس نے پہل بیج بو کر لیا ہی
کرو کچھہ کہ کرنا ہی کچھہ کیمیا ہی * مثل ہی کہ کرتے کی سب بدیا ہی

یہیں ہیں وقت سو سو کے ہیں جو گنواتے
وہ خرگوش کچھوؤں سے ہیں زک اُٹھاتے

یہہ برکت ہی دنیا میں محنت کی ساری * جہاں دیکھیئے فیض اسی کا ہی جاری
یہی ہی کلید در فتح باری * اسی پر ہی موقوف عزت تمہاری

اسی سے ہی قوموں کی یہاں آبرو سب
اسی پر ہیں مغرور میں اور تو سب

گلستاں میں جوبن گل و یاسمن کا * سماں زلف سنبل کی تاب و شکن کا
قد دلربا سرو اور نارون کا * رخ جاں فزا لالہ و نسترن کا

غریبوں کی محنت کی ہی رنگ و بو سب
کمیروں کے خوں سے ہیں یہہ تازہ رو سب

جلاتے نہ اگلے زراگر دست و بازو * جہاں عطر حکمت سے ہوتا نہ خوشبو
نہ اخلاق کی وضع ہوتی ترازو * نہ حق پہونچتا ربع مسکوں میں ہر سو

حقائق یہہ سب غیر معلوم رہتے
خدائی کے اسرار مکتوم رہتے

ستارہ شریعت کا تاباں نہ ہوتا * اثر علم دیں کا نمایاں نہ ہوتا
جدا کفر سے نور ایماں نہ ہوتا * مساجد میں یوں ورد قرآں نہ ہوتا

خدا کی ثنا معبدوں میں نہ ہوتی
اذاں جا بجا مسجدوں میں نہ ہوتی

نہیں ملتی کوشش سے دنیا ہی تنہا * کہ ارکان دیں بھی اسی پر ہیں برپا
جنہیں ہو نہ دنیائے فانی کی پروا * کریں آخرت کا ہی وہ کاش سودا

نہیں ملتی دنیا کی خاطر اگر تم
تو لو دین حق کی ہی اٹھ کر خبر تم

بنی نوع میں دو طرح کے ہیں انساں * تفاوت ہے حالت میں جنکی نمایاں
کچھ ان میں ہیں راحت طلب اور تن آساں * بدن کے نگہبان بستر کے درباں

نہ محنت پہ مائل نہ قدرت کے قائل
سمجھتے ہیں تنکے کو رستے میں حائل

اگر ہیں تونگر تو بے کار ہیں سب * اپاہج ہیں روگی ہیں بیمار ہیں سب
تعیش کے ہاتھوں سے لاچار ہیں سب * تن آسانیوں میں گرفتار ہیں سب

برابر ہے یاں ان کا ہونا نہ ہونا
نہ کچھ جاگنا ان کا بہتر نہ سونا

اگر ہیں تہیدست اور بے نوا وہ * تو محنت سے ہیں جی چراتے سدا وہ
نصیبوں کا کرتے ہیں اکثر گلا وہ * ہلاتے نہیں کچھ مگر دست و پا وہ

اگر بھیک مل جائے قسمت سے ان کو
تو سو بار بہتر ہے محنت سے ان کو

نہ جو بے نوا ہیں نہ ہیں کچھ تونگر * وہ ہیں ڈھور کی طرح قانع اسی پر
کہ کھانے کو ملتا رہے پیٹ بھر کر * نہیں بڑھتے بس اس سے آگے قدم بھر

ہوئے زیور آدمیت سے عاری
معطل ہوئیں قوتیں ان کی ساری

نہ ہمت کہ محنت کی سختی اٹھائیں * نہ جرأت کہ خطروں کے میدان میں آئیں
نہ غیرت کہ ذلت سے پہلو بچائیں * نہ عبرت کہ دنیا کی سمجھیں ادائیں

نہ کل فکر تھا یہہ کہ ہیں اس کے پھل کیا
نہ ہے آج پروا کہ ہونا ہے کل کیا

نہیں کرتے کھیتی میں وہ جانفشانی * نہ ہل جوتتے ہیں نہ دیتے ہیں پانی
یہ جب یاس کرتی ہی دل پر گرانی * تو کہتے ہیں حق کی ہی نا مہربانی
نہیں لیتے کچھہ کام تدبیر سے وہ
سدا لڑتے رہتے ہیں تقدیر سے وہ

کبھی کہتے ہیں "ہیچ ہیں سب یہہ ساماں * کہ خود زندگی ہی کوئی دن کی مہماں
دھرے سب یہہ رہجائینگے کاخ و ایواں * نہ باقی رہیگی حکومت نہ فرماں
ترقی اگر ہم نے کی بھی تو پھر کیا
یہہ بازی اگر جیت لی بھی تو پھر کیا

یہہ سرگرم کوشش میں جو روز و شب ہیں * اُٹھاتے سدا بار رنج و تعب ہیں
ترقی کے میداں میں سبقت طلب ہیں * نمایش پہ دنیا کے بھولے یہہ سب ہیں
نہیں اُن کو کچھہ اپنی محنت سے لہنا
بناتے ہیں وہ گھر نہیں جس میں رہنا

کبھی کرتے ہیں عقل انساں پہ نفرین * کہ "باوصف کوتاہ بینی ہی خود بیں
وہ تدبیریں اس طرح کرتی ہی تلقیں * کہ گویا کھلا اُس پہ ہی سر تکویں
مگر سب خیالات ہیں خام اُس کے
ادھورے ہیں جتنے ہیں یاں کام اُس کے

نہ اسباب راحت کی اُسکو خبر کچھہ * نہ آثار دولت کی اُس کو خبر کچھہ
نہ عزت نہ ذلت کی اُسکو خبر کچھہ * نہ کلفت نہ راحت کی اُسکو خبر کچھہ
نہ آگاہ اُس سے کہ ہستی ہی شے کیا
نہ واقف کہ مقصود ہستی سے ہی کیا"

کبھی کہتے ہیں "زہر ہی مال و دولت * اُٹھاتے ہیں جس کے لئے رنج و محنت
اسی سے گناہوں کی ہوتی ہی رغبت * اسی سے دماغوں میں آتی ہی نخوت
یہی حق سے کرتی ہی بندوں کو غافل
ہوئے ہیں عذاب اس سے قوموں پہ نازل

کبھی کہتے ہیں "سعی و کوشش سے حاصل * کہ مقسوم بن کوششیں سب ہیں باطل
نہیں ہوتی کوشش سے تقدیر زائل * برابر ہیں یہاں محنتی اور کاہل
ہلانے سے روزی کی گر ڈور ہلتی
تو روٹی نکموں کو ہرگز نہ ملتی

نکموں کے ہیں سب یہہ دلکش نرالے * سلانے کو قسمت کے رنگیں فسانے
اسي طرح کے کرکے حیلے بہانے * نہیں چاہتے دست و بازو ہلانے
وہ بھولے ہوئے ہیں یہہ عادت خدا کی
کہ حرکت میں ہوتی ہے برکت خدا کی

سني تم نے یہہ جس جماعت کي حالت * تنزل کي بنیاد ہے یہہ جماعت
بگڑتي ہیں قومیں اسي کي بدولت * ہوا اس کي ہے مفسد ملک و ملت
کیا صور و صیدا کو برباد اسي نے
بگاڑا دمشق اور بغداد اسي نے

جہاں ہے زمیں پر نحوست ہے انکي * جدھر ہے زمانہ میں نکبت ہے انکي
مصیبت کا پیغام کثرت ہے انکي * تباہي کا لشکر جماعت ہے انکي
وجود ان کا اصل البلیات ہے یہاں
خدا کا غضب ان کي بہتات ہے یہاں

سب ایسے تن آسان و بیکار و کاہل * تمدن کے حق میں ہیں زہر ہلاہل
نہیں انسے کچھہ نوع انساں کو حاصل * نہیں انکي صحبت کہ ہے سم قاتل
یہہ جب پھیلتے ہیں سمٹتي ہے دولت
یہہ جوں جوں کہ بڑھتے ہیں گھٹتي ہے دولت

جہاں بڑھ گئي ان کي تعداد حد سے * ہوئي قوم محسوب سب دام و دد سے
رہا اُس کو بہرہ نہ حق کي مدد سے * وہ اب بچ نہیں سکتي نکبت کي زد سے
بچو ایسے شوموں کي پرچھائیوں سے
ڈرو ایسے چپ چاپ یغمائیوں سے

مگر ایک فریق اور ان کے سوا ہے * شرف جس سے نوع بشر کو ملا ہے
سب اس بزم میں جن کا نور و ضیا ہے * سب اس باغ کي جن سے نشو و نما ہے
ہوئے جو کہ پیدا ہیں محنت کي خاطر
بنے ہیں زمانہ کي خدمت کي خاطر

نہ راحت طلب ہیں نہ مہلت طلب وہ * لگے رہتے ہیں کام میں روز و شب وہ
نہیں لیتے دم ایک دم بے سبب وہ * بہت جاگ لیتے ہیں سوتے ہیں تب وہ
وہ تھکتے ہیں اور چین پاتي ہے دنیا
کماتے ہیں وہ اور کھاتي ہے دنیا

چلیں گر نہ وہ ہل کو ڈنگر کاندھے والوں * بنیں گر نہ وہ شالہ و کشور ہو عریاں
جو بوئیں نہ وہ تو رہیں دانہ ادبے جاں * جو چھانٹیں نہ وہ تو رہیں جنگل گلستاں

یہہ چلتی ہی گاڑی انہیں کے سہارے
جو وہ ہل سے بیٹھیں تو بے کل ہوں سارے

کھواتے ہیں کوشش میں آب رواں کو * گھلاتے ہیں محنت میں جسم و رواں کو
سمجھتے نہیں اسمیں جان اپنی جاں کو * وہ مرمر کے رکھتے ہیں زندہ جہاں کو

بس اس طرح جینا عبادت ہی اُن کی
اور اس دھن میں مرنا شہادت ہی اُنکی

مشقت میں عمر اُنکی کٹتی ہی ساری * نہیں آتی آرام کی اُن کے باری
سدا ایساک و اُکتار تی ہی جاری * نہ آندھی میں عاجز نہ مینہ میں ہیں عاری

نہ لو دیتھہ کی دم دباتی ہی اُن کا
نہ پوہ ماہ کی جی چھڑاتی اُن کا

نہ احباب کی تیغ احسان سے گھائل * نہ بیٹا سے طالب نہ بھائی سے سائل
نہ دکھہ درد میں سوے آرام مائل * نہ دریا و کوہ اُن کے رستہ میں حایل

ستے ہیں کبھی رستم و سام جیسے
غیور اب بھی لاکھوں ہیں گمنام ویسے

کسی کو یہہ دھن ہی کہ جو کچھہ کمائیں * کھلائیں کچھہ اوروں کو کچھہ آپ کھائیں
کسی کو یہہ کد ہے کہ جھولیں ملائیں * یہہ احسان کسی کا نہ ہرگز اُٹھائیں

کوئی محو ہی فکر فرزند و زن میں
کوئی چور ہی حب اہل وطن میں

جو مصروف ہی کشتکاری میں کوئی * تو مشغول دوکانداری میں کوئی
عزیزوں کی ہی غمگساری میں کوئی * ضعیفوں کی خدمتگذاری میں کوئی

یہہ ہی اپنی راحت کے سامان کرتا
وہ کنبے پہ ہی جان قربان کرتا

کوئی اس تگ و دو میں رہتا ہی ہر دم * کہ دولت جہانتک ہو کیجے فراہم
رہیں جیتے جی تاکہ خورسند و خرم * مریں جب تو دل پر نہ لیجائیں یہہ غم

کہ بعد اپنے کہائیں گے فرزند و زن کیا
لباس اُنکا اور اپنا ہوگا کفن کیا

بہت دل میں اپنے یہہ رکھتے ہیں ارماں * کہ کرجائیں یہاں کوئی کار نمایاں
وہ ہوں تاکہ جب چشم عالم سے پنہاں * تو ذکر جمیل اُن کا باقی رہے یہاں
یہی طالب شہرت و نام لاکھوں
بتاتے ہیں جمہور کے کام لاکھوں

بہت مخلص اور پاک بندے خدا کے * نشاں جن سے قایم ہیں صدق و صفا کے
نہ شہرت کے خواہاں نہ طالب ثنا کے * نمائش سے بیزار دشمن ریا کے
ریاضت سب اُن کی خدا کے لیئے ہی
مشقت سب اُس کی رضا کے لیئے ہی

کوئی اُن میں ہی حق کی طاعت پہ مفتوں * کوئی نام حق کی اشاعت پہ مفتوں
کوئی زہد صبر و قناعت پہ مفتوں * کوئی پند و وعظ جماعت پہ مفتوں
کوئی موج سے آپ کو ہی بچاتا
کوئی ناؤ ہی ڈوبتوں کی ترانا

بہت نوع انساں کے غمخوار و یاور * ہوا خواہ ملت بہ اندیش کشور
شدائد کے دریاے خوں میں شناور * جہاں کے پر آشوب کشتی کے لنگر
ہر اِک قوم کی ہست و بود اُن سے ہی یاں
سب اِس انجمن کی نمود اُن سے ہی یاں

کسی پر ہو سختی صعوبت ہی اِن پر * کسی پر ہو غم رنج و کلفت ہی اِن پر
کہیں ہو فلاکت مصیبت ہی اِن پر * کہیں آئے آفت قیامت ہی اِن پر
کسی پر چلیں تیر آماج یہہ ہیں
لٹے کوئی رہ گھر تاراج یہہ ہیں

یہہ ہیں حشر تک بات پر اڑنے والے * یہہ پیماں کو موتوں سے ہیں جڑنے والے
یہہ فوج حوادث سے ہیں لڑنے والے * یہہ غیروں کی ہیں آگ میں پڑنے والے
اُمنڈتا ہی رکنے سے اور ان کا دریا
جنوں سے زیادہ ہی کچھہ ان کا سودا

جمانے ہیں جب پاؤں ہٹتے نہیں یہہ * بڑھاکر قدم پھر پلٹتے نہیں یہہ
گئے پھول جب پھر سمٹتے نہیں یہہ * جہاں بڑھ گئے بڑھ کے گھٹتے نہیں یہہ
مُہم بن گئی سر نہیں بیٹھتے یہہ
جب اُٹھتے ہیں اُٹھکر نہیں بیٹھتے یہہ

خدا نے عطا کي هي جو ان کو قوت * سمائي هي دل ميں بهت اُسکي عظمت
نهيں پهيرتي ان کا مُنه کوئي زحمت * نهيں کرتي زير ان کو کوئي صعوبت
بهروسے پہ اپنے دل و دست و پا کے
سمجهتے هيں ساتهه اپنے لشکر خدا کے

نهيں مرحله کوئي دشوار ان کو * هر اِک راه ميداني هي هموار ان کو
گلستاں هي صحراے پر خار ان کو * برابر هي ميدان و کہسار ان کو
نهيں حائل ان کے کوئي رهگذر ميں
سمندر هي پاياب اُن کي نظر ميں

اِسي طرح يهاں اهل همت هيں جتنے * کمر بسته هيں کام پر اپنے اپنے
جهاں کي هي سب دهوم دهام اُنکے دم سے * فقير اور غني سب طفيلي هيں ان کے
بغير اِن کے بے ساز و ساماں تهي مجلس
نهوتے اگر يهه تو ويراں تهي مجلس

زميں سب خدا کي هي گلزار انهيں سے * زمانے کا هي گرم بازار انهيں سے
ملے هيں سعادت کے آثار انهيں سے * کُهلے هيں خدائي کے اسرار انهيں سے
اِنهيں پر هي کچهه فخر هي گر کسي کو
اِنهيں سے هي گر هي شرف آدمي کو

انهيں سے هي آباد هر ملک و دولت * انهيں سے هي سرسبز هر قوم و ملت
انهيں پر هي موقوف قوموں کي عزت * انهيں کي هي سب ربع مسکوں ميں برکت
دم ان کا هي دُنيا ميں رحمت خدا کي
انهيں کو هي پهبتي خلافت خدا کي

انهيں کا اُجالا هي هر ره گذر ميں * انهيں کي هي يهه روشني دشت و در ميں
انهيں کا ظهور اهي سب خشک و تر ميں * انهيں کے کرشمے هيں سب بحر و بر ميں
انهيں سے يهه رتبه تها آدم نے پايا
که سر اُس سے روحانيوں نے جُهکايا

هر اِک ملک ميں خير و برکت هي ان سے * هر اِک قوم کي شان و شوکت هي ان سے
نجابت هي ان سے شرافت هي ان سے * شرف ان سے فخر ان سے عزت هي ان سے
جفا کش بنو گر هو عزت کے خواهاں
که عزت کا هي بهيد ذلت ميں پنهاں

مشقت کي ذلت جنھوں نے اُٹھائي * جہاں ميں ملي اُن کو آخر بڑائي
کسي نے بغير اِس کے ہرگز نہ پائي * فضيلت نہ عزت نہ فرماں روائي

نہال اِس گلستاں ميں جتنے بڑھے ھيں
ہميشہ وہ نيچے سے اوپر چڑھے ھيں

حکومت ملي اُن کو صفار تھے جو * امامت کو پہنچے وہ قصار تھے جو
وہ قطب زماں ٹھیرے عطار تھے جو * بنے مرجع خلق بخار تھے جو

اولوالفضل يہاں اُٹھے سرّاج کتنے
ابوالوقت ھو گزرے حلّاج کتنے

نہ بو نصر تھا نوع ميں ھم سے بالا * نہ تھا بو علي کچھہ جہاں سے نرالا
طبيعت کو بچپن سے محنت ميں ڈالا * ھوئے اِس لیئے صاحب قدر والا

اگر فکر کسب ھنر تم کو بھي ھو
تمھيں پھر ابو نصر اور بو علي ھو

بڑا ظلم اپنے پہ تم نے کيا ھی * کہ عزت کي بھاں جس ستوں پر بناھی
ترقي کي منزل کا جو رھنما ھی * تنزل کي کشتي کا جو نا خدا ھی

قوي پشت تھيں جس سے پشتيں تمہاري
ھوئي دست بردار قوم اُس سے ساري

ھنر ھی نہ تم ميں فضيلت ھی باقي * نہ علم و ادب ھی نہ حکمت ھی باقي
نہ منطق ھی باقي نہ ھيئت ھی باقي * اگر ھی تو کچھہ قابليت ھی باقي

اندھيرا نہ چھا جاے اِس گھر ميں ديکھو
پھر اُکسا دو اِس ٹمٹماتے ديئے کو

بہت ھم ميں اور تم ميں جوھر ھيں مخفي * خبر کچھہ نہ ھم کو نہ تم کو ھی جنکي
اگر جيتے جي کچھہ نہ ان کي خبر لي * تو ھوجائينگے ملک مٹي ميں مٹي

يہہ جوھر ھيں ھم ميں امانت خدا کي
مبادا تلف ھو وديعت خدا کي

بھي نوجواں پھرتے آزاد جو ھيں * کميٹوں کي صحبت ميں برباد جو ھيں
شريفوں کي کہلاتے اولاد جو ھيں * مگر ننگ آبا و اجداد جو ھيں

اگر نقد فرصت نہ يوں مفت کھوتے
بھي فخر آبا و اجداد ھوتے

یہی جو کہ پھرتے ہیں بے علم و جاہل * بہت ان میں ہیں جن کے جوہر ہیں قابل
رذائل میں پنہاں ہیں انکے فضائل * انہیں ناقصوں میں ہیں پوشیدہ کامل

نہو تے اگر مایل لہو و بازی
ہزاروں انہیں میں تھے طوسی و رازی

یہی قوم ہی جس میں قحط آدمی کا * جہاں شور ہی ہر طرف نا کسی کا
نہیں جہل میں جسکے حصہ کسی کا * کبھی علم و فن پر تھا قبضہ اسی کا

وہ تھیں برکتیں سعی و کوشش کی ساری
وہی خوں ہی ورنہ رگوں میں ہماری

حکومت سے مایوس تم ہو چکے ہو * زر و مال سے ہاتھ تم دھو چکے ہو
دلیری کو تھک تھک کے منہ رو چکے ہو * بزرگی بزرگوں کی سب کھو چکے ہو

مدار اب فقط علم پر ہی شرف کا
کہ باقی ہی ترکہ یہی اک سلف کا

ہمیشہ سے جو کہتے آئے ہیں سب یہاں * کہ ہی علم سرمایۂ فخر انساں
عرب اور عجم ہند اور مصر و یوناں * رہا اتفاق اسپہ قوموں کا یکساں

یہہ دعوی تھا اک جسپہ حجت نہ تھی کچھہ
کہاں اسپہ اب تک شہادت نہ تھی کچھہ

جو اہر تھا اک سب کی نظروں میں بھاری * پر کھنے کی جس کے نہ آئی تھی باری
فضائل تھے سب علم کے اعتباری * نہ تھیں طاقتیں اس کی معلوم ساری

یہہ اب بحر و بر دے رہے ہیں گواہی
کہ تھا علم میں زور دست الہی

کیا کوہساروں کو مسمار اس نے * بنایا سمندر کو بازار اس نے
زمینوں کو منوایا دوار اس نے * ثوابت کو ٹھہرایا سیار اس نے

لیا بھاپ سے کام لشکر کشی کا
دیا بجلیوں کو سمت آدمی کا

یہہ پتھر کا ایندھن ہی جلوانے والا * جہازوں کو خشکی میں چلوانے والا
صداؤں کو سانچے میں ڈھلوانے والا * زمیں کے خزانے اگلوانے والا

یہی برق کو نامہ بر ہی بناتا
یہی آدمی کو ہی بے پر اڑاتا

تمدن کے ایوان کا معمار هی یہہ * ترقي کے لشکر کا سالار هے یہہ
کہیں دستکاروں کا اوزار هی یہہ * کہیں جنگجویوں کا هتهیار هی یہہ

دکهایا هی نیچا دلیروں کو اس نے
بنایا هی ویرانہ شہروں کو اس نے

اسي کي هی اب چار سو حکمراني * کئے اس نے زیر ارمني اور یماني
هوئے رام دیوان مازندراني * گئے زابلي بهول سب پہلواني

هوا اسهي کي طاقت سے تسخیر عالم
پڑے سامنے اس کے چرکس نہ ویلم

یہہ لاکهوں پہ هی سیکڑوں کو چڑهاتا * سواروں کو پیادوں سے هی زک دلاتا
جہازوں سے هی زورقوں کو بهڑاتا * حصاروں کو هی چٹکیوں میں اڑاتا

هوا کوئي حربوں سے اس کے نہ سر بر
نہ تهوڑي زرہ اس کے آگے نہ بکتر

جنہوں نے بنایا اُسے اپنا یاور * هر اک راہ میں اُس کو ٹهہرایا رهبر
یہہ قول آجکل صادق آتا هی اُن پر * کہ اک نوع هی نوع انساں سے برتر

الگ سب سے کام اُن کے اور طور هیں کچهہ
اگر هیں انساں تو وہ اور هیں کچهہ

بہت اُنکو معجز نما جانتے هیں * بہت دیوتا اُن کو گردانتے هیں
یہہ جو ٹهیک ٹهیک اُن کو پہچانتے هیں * وہ اتنا مگر اُنہیں مانتے هیں

کہ دنیا نے جو کي ترقي اب تک کمائي
وہ سب جزو و کل اُن کے حصہ میں آئي

کیا علم نے اُن کو هر فن میں یکتا * نہ همسر رہا کوئي اُن کا نہ همتا
هر اک چیز اُن کي هر ایک کام اُن کا * سمجهہ بوجهہ سے هی زمانہ کي بالا

صنائع کو سب اُن کے تکتے هیں ایسے
عجائب میں قدرت کے حیراں هوں جیسے

دیئے علم نے کهول اُن پر خزانے * چهپے اور ظاهر نئے اور پرانے
دکهائے اُنہیں غیب کے مال خانے * دکهائے فتوحات کے سب ٹهکانے

هوا جیسے چهائي هی سب بحر و بر پر
وہ یوں چهاگئے خاور اور باختر پر

یہہ سچ ھی کہ ھی اصل تعلیم دولت * رھی ھی سدا پشت حکمت حکومت
ھوئی سلطنت جسکی دنیا سے رخصت * نہ علم اُن میں باقی رھا اور نہ حکمت

نہ یونان محکوم ھوکر رھا کچھہ
نہ ایران تاج اپنا کھوکر رھا کچھہ

یہ اِک خارکش صبر وھمت میں کامل * یہہ کہتا تھا محنت سے گھبراتا جب دل
کہ جن سختیوں کا اُٹھانا ھی مشکل * وھی ھیں کچھہ اے دل اُٹھانے کے قابل

حلال آدمی کو ھی کھانا نہ پینا
نہو ایک جبتک لہو اور پسینا

نہیں سہل گر صید کا ھاتھہ آنا * تو لازم ھی گھوڑوں کو سر پٹ بھگانا
نہ بیٹھو جو ھی بوجھہ بھاری اُٹھانا * ذرا تیز ھانکو جو ھی دور جانا

زمانا اگر ھم سے زور آزما ھی
تو وقت اے عزیز و یہی زور کا ھی

کرو یاد اپنے بزرگوں کی حالت * شدائد میں جو ھارتے تھے نہ ھمت
اُٹھاتے تھے برسوں سفر کی مشقت * غریبی میں کرتے تھے کسب فضیلت

جہاں کھوج پاتے تھے علم و ھنر کا
نکل گھر سے لیتے تھے رستہ اُدھر کا

عراقین و شامات وخوارزم و توراں * جہاں جنس تعلیم سنتے تھے ارزاں
وھیں پہ سفر کرکے کوہ و بیاباں * پہنچتے تھے طلاب اُفتاں و خیزاں

جہانتک عمل دین اسلام کا تھا
ھرایک راہ میں انکا تانتا بندھا تھا

نظامیہ نوریہ مستنصریہ * نفیسیہ سائیہ اور صاحبیہ
رواحیہ عزیہ اور قاھریہ * عزیزیہ زینیہ اور ناصریہ

یہہ کالج تھے مرکز سب آفاقیوں کے
حجازی و کُردی و قبچاقیوں کے

بشر کو ھی لازم کہ ھمت نہ ھارے * جہانتک ھو کام آپ اپنے سنوارے
خدا کے سوا چھوڑ دے سب سہارے * کہ ھیں عارضی زور کمزور سارے

اڑے وقت تم دائیں بائیں نہ جھانکو
سدا اپنی گاڑی کو گر آپ ھانکو

بہت خوان بے اشتہا تم نے کھائے * بہت بوجھ بندہ بندہ کے تم نے اُٹھائے
بہت اُس پر ساز کے راگ گائے * بہت عارضی تم نے جلوے دکھائے

بس اب اپنی گردن پہ رکھو جوا تم
کرو حاجتیں آپ اپنی روا تم

تمھیں اپنی مشکل کو آساں کرو گے * تمھیں درد کا اپنے درماں کرو گے
تمھیں اپنی منزل کا ساماں کرو گے * کرو گے تمھیں کچھہ اگر یہاں کرو گے

چھپا دستِ ہمت میں زورِ قضا ہی
مثل ہی کہ ہمت کا حامی خدا ہی

سراسر ہو گو سلطنت فیض گستر * رعیت کی خود تربیت میں ہو یاور
مگر کوئی حالت نہیں اِس سے بہتر * کہ ہر بوجھہ ہو قوم کا سلطنت پر

ہو اس طرح ہاتھوں میں اُسکے رعیت
کہ قبضے میں غسال کے جیسے میت

وہی گُر تجارت کے اُسکو سکھائے * وہی صنعت اور حرفت اُسکو بتائے
وہی کشتکاری کے آئیں سکھائے * وہی اُسکو لکھوائے وہ ہی پڑھائے

ملا جس رعیت کو ایسا سہارا
گیا آن میت تے اُس سے کنارا

بھی سلطنت کی ہی کافی اعانت * کہ ہو ملک میں امن اُس کی بدولت
نفوس اور اموال کی ہو حفاظت * حکومت میں ہو اعتدال اور عدالت

نہ تورا رعیت پہ بیجا ہو کوئی
نہ قانون چھت کار فرما ہو کوئی

جہاں ہو یہہ انداز فرماں روائی * رعیت کی ہی وہاں نیت بھلائی
کہ ہر کام میں اُس ڈھونڈے پرائی * کرے آپ اپنی نہ مشکل کشائی

کھڑا ہو سہارے اِک اوراز کے گھر
ہتی وہ جہاں آرہا یہہ زمیں پر

گیا اب وہ دل لنگیوں کا زمانا * کہ اپنوں کا حصہ تھا پڑھنا پڑھانا
برہمن کا بھنے اگر شدر بانا * تو اُس پر نہیں کوئی اب تازیانہ

ہوئے برطرف سب نشیب و فراز اب
سفید و سیہ میں نہیں امتیاز اب

بس اب وقت کا حکم ناطق یہی ہی * کہ جو کچھ ہی دنیا میں تعلیم ہی ہی
یہی آج کل اصل فرماندہی ہی * اِسی میں چھپا سرّ شاہنشہی ہی

ملی ہی یہہ طاقت اِسی کیمیا کو
کہ کرتی ہی یہہ ایک شاہ و گدا کو

سکھاتی ہی محکوم کو یہہ اطاعت * سجھاتی ہی حاکم کو راہ عدالت
دلوں سے مٹاتی ہی نقش عداوت * جہاں سے اٹھاتی ہی رسم بغاوت

یہی ہی رعیت کو حقدار کرتی
یہی ہی کہ و مہ کو ہموار کرتی

سنی ہی غریبوں کی فریاد اسی نے * کیا ہی غلامی کو برباد اسی نے
د پبلک کی ڈالی ہی بنیاد اسی نے * بنایا ہی پبلک کو آزاد اسی نے

مقید بھی کرتی ہی یہہ اور رہا بھی
بناتی ہی آزاد بھی باوفا بھی

تجارت نے رونق ہی یہہ اس سے پائی * کہ ہیچ اسکے آگے ہی فرمانروائی
فلاحت کی یہہ منزلت ہی بڑھائی * کہ فلاح کرتے ہیں معجز نمائی

ترقی یہہ صنعت کو دی ہی بلا کی
کہ ہوتی ہی معلوم قدرت خدا کی

یہہ نااتفاقی ہی قوموں سے کھوتی * یہہ قومی محبت کا ہی بیج بوتی
یہہ آپس کے کینے دلوں سے ہی دھوتی * یہہ دانے ہی سب ایک لڑ میں پروتی

یہہ نقطوں پہ خط کی طرح ہی گزرتی
کروروں دلوں کو ہی یہہ ایک کرتی

جہاں یہہ نہیں وہاں نہ قوم اور نہ ملت * نہ ملکی حمایت نہ قومی حمیت
جدا سبکے رنج اور جدا سبکی راحت * الگ سبکی ذلت الگ سبکی عزت

خبر وہاں نہیں یہہ کہ ہی قوم شے کیا
چھپا سرّ حق اس تعلق میں ہی کیا

جنہوں نے کہ تعلیم کی قدر و قیمت * نہ جانی مسلط ہوئی ان پہ ذلت
ملوک اور سلاطین نے کھوئی حکومت * گھرانوں پہ چھائی امیروں کے نکبت

رہے خاندانی نہ عزت کے قابل
ہوئے سارے دعوے شرافت کے باطل

نہ چلتے ہیں وہاں کام کاریگروں کے * نہ برکت ہی پیشہ میں پیشہ وروں کے
بگڑنے لگے کھیل سوداگروں کے * ہوئے بند دروازے اکثر گھروں کے
کماتے تھے دولت جو دن رات بیٹھے
وہ ہیں اب دھرے ہات پر ہات بیٹھے

ھنر اور فن وھاں ھیں سب گھٹتے جاتے * ھنرمند ھیں روز و شب گھٹتے جاتے
ادیبوں کے فضل و ادب گھٹتے جاتے * طبیب اور اُنکے مطب گھٹتے جاتے
ھوئے پست سب فلسفی اور مناظر
نہ ناظم ھیں سرسبز اُن کے نہ ناثر

اگر اک پہننے کو ٹوپی بنائیں * تو کپڑا وہ اک اور دنیا سے لائیں
جو سینے کو وہ ایک سوئی منگائیں * تو مشرق سے مغرب میں لینے کو جائیں
ھر اک شے میں غیروں کے محتاج ھیں وہ
مکینکس کی رو میں تاراج ھیں وہ

نہ پاس اُن کے چادر نہ بستر ھی گھر کا * نہ برتن ھیں گھر کے نہ زیور ھی گھر کا
نہ چاقو نہ قینچی نہ نشتر ھی گھر کا * صراحی ھی گھر کی نہ ساغر ھی گھر کا
کنول مجلسوں میں قلم دفتروں میں
اثاثہ ھی سب عاریت کا گھروں میں

جو مغرب سے آئے نہ مال تجارت * تو مرجائیں بھوکے وھاں اھل حرفت
ھو تجار پر بند راہ معیشت * دکانوں میں ڈھونڈی نہ پائے بضاعت
پرائے سہارے ھیں بیوپار وھاں سب
طفیلی ھیں سیٹھہ اور تجار وھاں سب

یہہ ھیں ترک تعلیم کی سب سزائیں * وہ کاش اب بھی غفلت سے باز اپنی آئیں
مبادا رہ عافیت پھر نہ پائیں * کہ ھیں بے پناہ آنے والی بلائیں
ھوا بڑھتی جاتی سر رھگذر ھی
چراغوں کو فانوس بن اب خطر ھی

لئے فرد بخشی دوراں کھڑا ھی * ھر ایک فوج کا جائزہ لے رھا ھی
جنھیں ماھر اور کرتبی دیکھتا ھی * اُنھیں بخشتا تیغ و طبل و لوا ھی
یہ ھیں بے ھنر بےقلم چھٹتے جاتے
رسالوں سے نام اُن کے ھیں کٹتے جاتے

بس اب علم و فن کے وہ پھیلاو ساماں * کہ نسلوں تمہاری بنیں جیسے انساں
عزیزوں کو راہ ترقی ہو آساں * اندروں میں ہو نور تعلیم تاباں

کوئی اُن میں دنیا کی عزت کو تھامے
کوئی کشتئ دین و ملت کو تھامے

بنیں قوم کہلا نے کے قابل * زمانہ میں ہو منہ دکھانے کے قابل
تمدن کی مجلس میں آنے کے قابل * خطاب آدمیت کا پانے کے قابل

سمجھنے لگیں اپنے سب نیک و بد وہ
لگیں کرنے آپ اپنی اپنی مدد وہ

کرو قدر اُن کی ہنر جن میں پاؤ * ترقی کی اور اُن کو رغبت دلاؤ
دل اور حوصلے اُن کے ملکر بڑھاو * سیّوں اس کھنڈر گھر کے ایسے بناو

کوئی قوم کی جن سے خدمت بن آئے
بتھا دیں اُنھیں سر پہ اپنے پرائے

کروگے اگر ایسے لوگوں کی عزت * تو پاؤگے اپنے میں تم ایک جماعت
بڑھائیگی جو قوم کی شان و شوکت * گھرانوں میں پھیلائیگی خیر و برکت

مدد جس قدر تم سے وہ آج لے گی
عوض تم کو کل اُس کا وہ چند دے گی

ترقی کے یوناں کے اسباب کیا تھے * ہنر پر جہاں پیر و برنا فدا تھے
تمدن کے میداں میں زور آزما تھے * وطن کی محبت میں یکسر فنا تھے

مقاصد بڑے تھے ارادے تھے عالی
نہ تھا اس سے چھوٹا بڑا کوئی خالی

سبب کچھ نہ تھا اس کا جز قدردانی * کہ رتے تھے جو علم و حکمت کے بانی
ترقی میں کرتے تھے جو جانفشانی * حیات اُن کو ملتی تھی وہ جاودانی

وطن جیتے جی اُن پہ قرباں تھا سارا
پس از مرگ پجتے تھے وہ آشکارا

اسی گُر نے تھا جوش سب کو دلایا * کہ تھا اک جزیرہ نے رتبہ بہت پایا
اسی شوق نے تھا دلوں کو بڑھایا * اسی نے تھا یوناں کو یوناں بنایا

اس اُمید پر کوششیں تھیں یہ ساری
کہ ہو قوم کے دل میں عظمت ہماری

جنہیں ملک میں اپنی رکھنی ہو وقعت * جنہیں سلطنت کی ہو مطلوب قربت
جنہیں تھامنی ہو گھرانے کی عزت * جنہیں دین کی ہو نہ منظور ذلت

جنہیں نسل و اولاد ہو اپنی پیاری
انہیں فرض ہے قوم کی غمگساری

بہت دل میں نرم ان دنوں ہوتے جاتے * کہ حالت یہ ہیں قوم کی اُمڈے آتے
مقرر یہ ہیں اُس کے آنسو بہاتے * نہیں آپ کچھ کرکے لیکن دکھاتے

خبر بھی ہے دل اُنکے جلتے ہیں کس پر
وہ ہیں آپ ہی - ہاتھ ملتے ہیں جس پر

رئیسوں کی جاگیرداروں کی دولت * فقیہوں کی دانشوروں کی فضیلت
بزرگوں کی اور واعظوں کی نصیحت * ادیبوں کی اور شاعروں کی فصاحت

جچے سب کچھ آنکھوں میں اہل وطن کی
جو کام آئے بہبود میں انجمن کی

جماعت کی عزت میں ہی سب کی عزت * جماعت کی ذلت میں ہی سبکی ذلت
رہی ہے نہ ہرگز رہے گی سلامت * نہ شخصی بزرگی نہ شخصی حکومت

وہی شاخ پھولے گی یاں اور پھلے گی
ہری ہوگی جو اس گلستان میں جسکی

ذخیرہ ہی جب چیونٹا کوئی پاتا * تو بھاگا جماعت میں ہی اپنی آتا
انہیں ساتھ لے لیکے ہی یہاں سے جاتا * فتوح اپنی ایک ایک کو ہی دکھاتا

سدا اُن کے ہیں اس طرح کام چلتے
کمائی سے ایک اِک کی لاکھوں ہیں پلتے

جب اِک چیونٹا جس میں دانش نہ حکمت * بنی نوع کی اپنے برلائے حاجت
مشقت سے ایک اِک کو بخشے فراغت * کرے اُن پہ وقف اپنی ساری غنیمت

تو اس سے زیادہ ہی بے عزتی کیا
کہ ہو آدمی کو نہ پاس آدمی کا

غضب ہے کہ جو نوع ہو سب سے برتر * گنے آپ کو جو کہ عالم کا سرور
فرشتوں سے جو سمجھے اپنے کو بڑھکر * خدا کا بنے جو کہ دنیا میں مظہر

نہ ہو مردمی کا نشاں اُس میں اتنا
مسلم ہی مٹی کے کیڑوں میں جتنا

الٰہی بحق رسول تہامی * ہر ایک فرد انسان کا تھا جو کہ حامی
جسے دور و نزدیک تھے سب گرامی * برابر تھے مکی و ہندی و شامی
شریروں کو ساتھ اپنے جس نے نباہا
بُروں کا ہمیشہ بھلا جس نے چاہا
طفیل اُسکا اور اُسکی عترت کا یارب * پکڑ جلد ہاتھ اُس کی اُمت کا یارب
اک ابر اُس پہ بھیج اپنی رحمت کا یارب * غبار اُس سے جو دھوئے ذلت کا یارب
کہ ملت کو ہے ننگ ہستی سے اُس کی
ہوا پست اسلام پستی سے اُس کی
اُنہیں کل کی فکر آج کرنی سکھا دے * ذرا اُنکی آنکھوں سے پردہ اُٹھا دے
کھیلکا بازی دوراں دکھا دے * جو ہونا ہے کل آج اُن کو سجھا دے
چھتیں پاٹ لیں تاکہ باراں سے پہلے
سفینہ بنا رکھیں طوفاں سے پہلے
بچا اُن کو اُس تنگنائے بلا سے * کہ رستہ ہو گم راہ رو و رہنما
نہ اُمید باری ہو یار آشنا سے * نہ چشم اعانت ہو دست وعطا
چھپا وراس چھائی ہوئی ضعفتیں ہوں
دلوں میں اُمیدونکی جا حسرتیں ہوں